

کُنز الایمان
ماہنامہ
دہلی

۲۷، ۲۸ کی رویتِ ہلال ماہنامہ کنز الایمان، دہلی ۱۹۹۹ء

ادارہ عرفان التوقیت

فون نمبر: +92 332 3531226

fb.com/ilmetauqeet

ilmetauqeet@gmail.com

۱۳۹۰ - شوال ۱۴۰۲ - ط ۲

۱۳۹۰

کتابخانه اسلامی

ماہنامہ

وہابی



Rs. 10

رضوی کتاب گہر دہلی

محمد حسین رضوی عبد الرشید نیو اسلام آباد (۲۱۵)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سولوا عظیم اہل سنت و جماعت کے مشاہیر علماء ہند مثلاً شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ احمد سعید مجددی رام پوری، علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی، علامہ عبد الحلیم فرنگی محلی لکھنوی، علامہ فضل رسول بدایونی، سید شاہ ال رسول احمدی ماہروی، مفتی ارشد حسین رام پوری، مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری، علامہ عبد القادر بدایونی اور امام احمد رضا قادری کے

مسلك حق و صداقت کا نقیب و ترجمان اور جادۂ عشق و عرفان کا ہادی و رہنما

شوال

ذوالقعدہ

۱۴۱۹ھ

بذریعہ رجسٹری

بیرونی ممالک

تیس امریکی ڈالر

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

جلد ۱۰

شمارہ ۵۴

فی شمارہ ۱۰ روپے

سالانہ ۱۰۰ روپے

بذریعہ رجسٹری

۵۰ روپے

فروری مارچ ۱۹۹۹ء

مدیر

محمد قمر الدین

رضوی

مدیر اعلیٰ

یس اختر

مصباحی

پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹرز اور ایڈیٹر محمد قمر الدین رضوی نے ایم ایس پرنٹرس 1853، لال دروازہ، ہمدرد مارگ، دہلی ۶ سے طبع کرا کے آفس ماہنامہ کنز الایمان، 423، میا محل، جامع مسجد، دہلی-۶ سے شائع کیا۔

مزاسلت و ترسیل زر کا پتہ

Office: *KANZUL IMAN* MONTHLY

423, Matia Mahal, Jama Masjid,

Delhi-110006 (INDIA)

Phone : 3264524

Fax : 3264524

ڈرافٹ پر صرف

لکھیں (Kanzul Iman Monthly)

مادہ اشتر میں کنز الایمان کا آفس

رضوی کتاب گھر، 114، نجی ٹر، مجید آباد

55389-۱۱۱۳۰۲، طبع قند، مہاراشٹر فون

آفس ماہنامہ کنز الایمان

423، میا محل، جامع مسجد، دہلی-۶

فون : 011-3264524



آئینہ کنز الایمان



☆ عالم اسلام پر امریکی و برطانوی یلغار	۳	☆ انس اختر مصباحی
☆ صلیب و زنجار کی کشمکش اور سلمان رشدی	۱۰	☆ انس اختر مصباحی
☆ انوار قرآن	۱۶	☆ امام احمد رضا بریلوی و مولانا نعیم الدین مراد آبادی
☆ انوار حدیث	۱۸	☆ انس اختر مصباحی
☆ اللہ کی شان رحمت و مغفرت	۲۱	☆ سید محمود احمد رضوی
☆ بارگاہ نبوت کے آداب	۲۶	☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی
☆ نعت شریف	۳۱	☆ امام احمد رضا بریلوی
☆ والدین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک	۳۲	☆ مولانا امجد علی اعظمی رضوی
☆ فقہی احکام و مسائل	۳۷	☆ مفتی جلال الدین احمد امجدی
☆ چاند کی رویت کا مسئلہ	۴۰	☆ خواجہ مظفر حسین رضوی
☆ داتا گنج بخش جہویری لاہوری کی تعلیمات	۴۷	☆ سید محمود احمد رضوی
☆ مخدوم عطاء الدین علی احمد صابر کلیری	۵۱	☆ مقصود احمد چشتی
☆ حضرت صدر الافاضل بحیثیت مفسر قرآن (دوسری قسط)	۵۶	☆ مفتی نظام الدین رضوی مصباحی
☆ کنز الایمان! قارئین کی نظر میں	۶۱	☆ ادارہ
☆ رضا اکیڈمی ممبئی کی خدمات	۶۲	☆ ادارہ
☆ ساؤتھ افریقہ کا جشن دستار بندی	۶۳	☆ فتح احمد بستوی مصباحی

۲۸/۲۷ تاریخوں میں چاند کی رویت کا مسئلہ

خواجہ مظفر حسین رضوی

جامعیت کے ساتھ اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ وہ رقم طراز ہیں۔
اذا كان الفصل بينهما (ای بین الشمس والقمر) من ثمان
درج بل عشرًا يرقم لاسناره تحت شعاعها.
جد المتارح: ۲، شائع کردہ انجمن الاسلامی مبارکپور۔

۲۸/۲۷ تاریخوں کو چاند ہرگز امکان رویت کے
مطلوبہ درجہ پر نہیں ہوتا اس لئے چاند دیکھنا ممکن ہے جس کی فنی
تفصیل خواجہ علم و فن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی
پورنوی کے زیر نظر مقالہ میں ہے۔ جسے انہوں نے فقیر راقم
الحرم اور محبت گرامی مولانا قاضی شہید عالم صاحب کے اصرار پر
تحریر فرمایا ہے اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے حضور مفتی اعظم
مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف ایک
فتویٰ منسوب کر دیا ہے۔ جس کا تعلق ۲۸/۲۷ تاریخ کو ہوائی جہاز
کے ذریعہ چاند کی رویت و عدم رویت سے ہے۔ مقررین اپنی
تقریروں میں اور بعض محررین اپنی تحریروں میں اس کا ذکر کرتے
ہیں۔ لیکن اس فتویٰ کی اصل کہاں ہے؟ یا کب اور کہاں اس کی
اشاعت ہوئی؟ اس کا نہ کوئی حوالہ دیا جاتا ہے اور نہ ہی کسی طرح
کے استدلال کا کوئی ذکر ملتا ہے۔ یہ ایک بے سروپا بات ہے جسے بعض
عقیدت مندوں نے حضور مفتی اعظم ہند کی طرف غلط منسوب
کر دیا ہے۔ بہر حال ضرورت ہے کہ مقررین اور محررین اکابر کی
طرف اس قسم کی غیر مستند باتوں کے احتساب سے گریز کریں اور
مسئلہ دائرہ سے متعلق جو لوگ اپنی کتابوں میں یا مضامین میں لکھ
چکے ہیں اس کے غلط اور غیر مستند ہونے کا اعلان شائع کریں اور
اپنی تحریروں سے نکال ڈالیں۔

سولی عزوجل نے اس کائنات کو اسباب و غیل کے ساتھ
جوڑ دیا ہے اس لئے بھڑاتی حالتوں یا کمراتی صورتوں کے علاوہ ان
میں تبدیلی نہیں ہوتی، ایک مربوط نظام کے ساتھ دن اور رات
کی تبدیلی سورج اور چاند کی تابانی اور درخشندگی، سب اسی ذات
وحدہ لاشریک کے قائم کردہ سلسلہ اسباب و مسببات کا نمونہ ہیں۔
یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ چاند ایک سیارہ ہے جو سورج کی
روشنی سے منور رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چاند کا صرف وہی حصہ
روشن رہتا ہے جس پر سورج کی روشنی پڑتی ہے۔ چاند کے طلوع کا
مطلب سورج کی روشنی سے اس کا منور رہنا اور غروب کا مفہوم
سورج کی روشنی سے اس کا محروم ہو جانا ہے۔ پہلی تاریخ کو ہلال کی
شکل میں چاند کا باریک دکھائی دینا، پھر رفتہ رفتہ بڑھ کر چودھویں
رات کو بدر کا مل بن جانا پھر گھٹتے گھٹتے ہماری نگاہوں سے لو جھل
ہو جانا، اس کا واضح ثبوت ہے۔ چاند جن تاریخوں میں غیر منور
ہونے کی وجہ سے ہماری نگاہوں سے لو جھل ہو جاتا ہے ان میں
قرنی مہینہ کی ۲۸/۲۷ تاریخیں بھی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے
کہ ان دو تاریخوں میں چاند کی رویت ممکن ہے یا نہیں؟ قدیم
ماہرین صحت اور جدید سائنسی تحقیقات سے واضح ہے کہ ان
تاریخوں میں چاند کی رویت ناممکن ہے۔ چاند نظر آئی نہیں سکتا۔
کیونکہ مشرقی مواضع کے لئے رویت ہلال کا امکان اسی صورت
میں ہے جب غروب آفتاب کے وقت چاند آفتاب سے کم از کم بارہ
درجہ چاب مشرق ہو اگر چاند اور سورج کے درمیان صرف آٹھ
درجہ کا فاصلہ ہو تو سورج کی تیز شعاعوں میں چاند گھرے ہونے
کی وجہ سے اس کی رویت ممکن نہ ہوگی۔ مجدد اعظم امام احمد رضا
علیہ الرحمۃ والرضوان نے جد المتارح جلد دوم میں اختصار مگر

آل مصطفیٰ مصباحی، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع سکو، یوپی

یہ ایک حقیقت ہے کہ پچھلے سوا سو سال میں خانوادہ عالیہ رضویہ بریلی شریف نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں جن کی مثال تاریخ میں ملنا مشکل ہے اصلاح ظاہر و باطن کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور انشاء المولیٰ قیامت تک یہ خانوادہ اسی طرح رشد و ہدایت کا عظیم فریضہ انجام دیتا رہے گا۔

اصلاح عقائد ہو یا روحانی پیشوائی معقولات ہوں یا منقولات، مذہبی میدان ہو یا میدان سیاست ہر جگہ اس خانوادہ کے افراد جہاد باللسانی اور جہاد بالقلم کا عظیم فریضہ انجام دیتے نظر آ رہے ہیں۔ جب جب اسلام و سنت پر داخلی یا خارجی کسی قسم کا حملہ ہوا تو ان نفوس قدسیہ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے بل پر دین مصطفیٰ ﷺ کا دفاع کر کے سرکار ابد قرار علیہ التحیۃ والثناء کے سچے عاشق اور وفادار ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔ آستانہ عالیہ رضویہ کی ان ہی بے لوث خدمات کی وجہ سے سواد اعظم اہل سنت نے اس کو اپنا مرکز تسلیم کیا۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک نمایاں اور اہم کڑی شاہزادہ اعلیٰ حضرت آقائے نعمت مفتی اعظم ہند کی ذات گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے امام احمد رضا کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ سرکار حضور مفتی اعظم ہند کے علمی کمالات اور روحانی مراتب ہمارے فہم و ادراک سے ماوراء ہیں۔ ایک ماہر سوانح نویس دفتر کے دفتر لکھ والے لیکن اس کو بھی قلم رکھ کر یہ اعتراف کرنا ہو گا کہ :

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بلاشبہ سرکار مفتی اعظم عشق رسالت میں فنایت کے اس درجہ پر فائز تھے جہاں پہنچ کر آدمی کو مرتبہ بقا حاصل ہو جاتا ہے یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ سرکار حضور مفتی اعظم ہند کے علمی کارنامے اور روحانی مراتب ہماری تقریر و تحریر کے رہینہ نہیں ہیں بلکہ وہ خود تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔ ہماری مداسرائی سے آپ کے درجات میں نہ ترقی ہو سکتی ہے اور نہ ہی کئی ہرزہ سرائی سے آپ کے مدارج میں کمی آسکتی ہے۔

بعض خوش عقیدہ لوگ نتائج سے بے خبر ہو کر اکابر کی طرف ایسے بے سرو پا واقعات منسوب کر دیتے ہیں جو قدح آمیز درج کے خانے میں فٹ ہو جاتے ہیں۔ ان واقعات کو تسلیم کرنے کی صورت میں ان اکابر کی علمی ثقافت اور تقویٰ اور دیانت پر ایک سوائیہ نشان لگ جاتا ہے۔ اس قسم کی متعدد مثالیں کتب تاریخ سے دی جاسکتی ہیں۔ مثلاً ۱۔ اونٹوں کا واقعہ جو ایک مجموعہ تقاریر میں ان لفظوں میں بیان کیا گیا ہے

”حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خدمت میں تین شخص آئے ان کے پاس سترہ اونٹ تھے ان لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ان اونٹوں کو آپ ہمارے درمیان تقسیم کر دیں۔ ہم میں سے ایک شخص آدھے کا حصہ دار دوسرا تہائی کا اور تیسرا نوے کا حصہ کا۔ مگر شرط یہ ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں گا۔ کسی نے تقسیم نہ کریں اور نہ کسی سے کچھ پیسہ دلائیں۔ بڑے بڑے دانشور جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں وہ کاٹے نہ جائیں نہ کسی سے کچھ پیسے دلائے جائیں اس لئے کہ جو شخص آدھے کا حصہ دار ہے اسے سترہ میں سے ساڑھے آٹھ ملے گا اور جو شخص تہائی کا حصہ دار ہے اسے ۵ ملے گا اور جس کا حصہ نوے میں سے وہ بھی دو سے کم ہی پائے گا تو ایک دو نہیں بلکہ تین اونٹوں کو ذبح کئے بغیر سترہ اونٹوں کی تقسیم اور لوگوں کے درمیان ہرگز نہیں ہو سکتی مگر قربان جائیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عقل و دانائی اور ان کی قوت فیصلہ پر کہ آپ نے بلا تامل فوراً ان کے اونٹوں کو ایک لائن میں کھڑا کروادیا اور اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ایک اونٹ اسی لائن کے آخر میں لاکھڑا کر دو۔ جب آپ کے اونٹ کو ملا کر کل اٹھارہ اونٹ ہو گئے تو جو شخص آدھے کا حصہ دار تھا آپ نے اسے اٹھارہ میں سے نو دیا اور تہائی حصہ والے کو اٹھارہ میں چھ پھر نوے حصہ دار کو اٹھارہ میں سے دو دیا اور اپنے اونٹ کو پھر اپنی جگہ بھجوا دیا۔

یقیناً کسی زیرک آدمی نے اس واقعہ کو گڑھ کر حضرت علی

آدم بر سر مطلب

پچھلے چند برسوں میں مرشد ناسر کار مفتی اعظم ہند سے متعلق ایک واقعہ بہت مشہور ہو گیا ہے قلم کار حضرات نے اپنی تحریروں میں اس کو نمایاں طور پر پیش کیا ہے اور ہمارے خطباء بھی اس کو بڑے فخر کے ساتھ تقریروں کے ذریعہ عوام تک پہنچا رہے ہیں اس سلسلہ میں اس وقت میرے سامنے صرف دو کتابیں ہیں جن میں اسی واقعہ کو پوری شرح و بسط کے ساتھ نقل کیا گیا ہے (۱) تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ (۲) مقالات نعیمی۔

واقعہ کچھ یوں ہے کہ جنرل ایوب خان کے دور میں پاکستان میں حکومتی سطح پر ہلال کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ ۲۹ تاریخ کو مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں اس کمیٹی کے نمائندہ حضرات کا ایک وفد ہوائی جہاز کے ذریعہ بلندی پر جا کر چاند دیکھا کرتا تھا اور واپس آکر رویت ہلال کا اعلان کر دیا کرتا تھا۔ اس کمیٹی کے اعلان سے پورے پاکستان میں رمضان عید اور بقر عید وغیرہ منائی جاتی تھی۔ اس وقت کے علماء اہل سنت پاکستان نے اس کمیٹی کا پرزور رد کیا۔ نتیجہ کے طور پر دنیا بھر کے دارالافتاؤں سے مذکورہ کمیٹی اور اس کے طریقہ رویت سے متعلق استفتاء کیا گیا۔ تمام ممالک اسلامی سے جو جوابات حاصل ہوئے وہ اس کمیٹی کی حمایت میں تھے۔ دنیا بھر کے مقیمان کرام نے اس طریقہ رویت کو جائز و نافذ قرار دیا تھا۔ لیکن جب یہی استفتاء بریلی شریف دارث علوم مرتضیٰ اور نائب غوث الوری کی بارگاہ علم و فضل میں حاضر کیا گیا تو علم و فضل کے اس بطل جلیل نے حکومت پاکستان کی پرواہ کئے بغیر کیا جواب عطا فرمایا مقالات نعیمی کی زبانی سنئے۔

حضور مفتی اعظم نے اس (فتویٰ جواز کو) نہیں مانا اور اپنا بے نظیر فتویٰ تحریر فرمایا جس کا اصل مضمون اس طرح ہے۔

چاند دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا شرعی حکم ہے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں شہادت شرعی پر قاضی شرع حکم دے گا۔ چاند کو سطح زمین یا ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہوئی ہو وہاں دیکھنا چاہئے رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ چاند غروب

کرم اللہ وجہ الکریم کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ہر حساب دال یہ جانتا ہے کہ یہ شکر ت سرے سے ہی ممکن نہیں اس لئے کہ شرکت کا قاعدہ ہے کہ شرکاء کے جملہ اجزاء باہم مل کر ایک کامل جز بن جائیں۔ یہاں $\frac{1}{2}$ ، $\frac{1}{4}$ ، $\frac{1}{8}$ کا مجموعہ $\frac{1}{2}$ ہوتا ہے اور کامل ہونے میں $\frac{1}{8}$ کی کمی رہ جاتی ہے اس لئے جب تک ایک آدمی $\frac{1}{8}$ کا حصہ دار نہیں پیدا ہوتا شرکت ممکن نہیں اور نہ حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم ایسی شرکت تسلیم فرماتے اور نہ ایسا فیصلہ فرماتے جو عقیدت کیش آپ کی فراست اور دانائی کے لئے ذکر کرتے ہیں۔ اسی لئے یہ کہا جاتا ہے کہ ذمہ دار مؤرخ اور سوانح نگار کا فرض ہے کہ واقعہ نویسی کے وقت روایت و درایت دونوں کے اصول پیش نظر رکھے تاکہ کوئی واقعہ اہل علم اور اغیار کی نظر میں محض مضحکہ خیز بن کر نہ رہ جائے۔ آٹھویں صدی ہجری میں ابن خلدون نے تاریخ کو مستقل فن قرار دے کر اصول درایت اور فلسفہ تاریخ کی بنیاد ڈالی۔ فلسفہ تاریخ کے اصول میں ابن خلدون نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ واقعہ کی تحقیق کے لئے راویوں کی جرح و تعدیل پر بحث کرنے سے زیادہ یہ دیکھنا چاہئے کہ واقعہ فی ہنسہ ممکن ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر واقعہ ممکن ہی نہیں تو راوی کا عادل ہونا کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

عوام کے دل میں اپنے اکابر کی علمی دھاک بٹھانے اور ان کے تقویٰ کا سکھ جمانے کے لئے من گھڑت واقعات تحریر کرنا تاریخ نگاروں کا بہت بڑا جرم ہے۔ اس ضمن میں مرزا حیرت دہلوی اور منشی جعفر تھانی کا نام لے لینا کافی ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کی تحریر کردہ سوانحی کتب اہل تحقیق کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔

ہم اہل سنت کو اس بات پر فخر ہونا چاہئے کہ ہمارے اکابر کی سوانحی کتب اس قسم کے موضوع واقعات اور من گھڑت افسانوں سے پاک ہیں۔ اور اگر کسی سوانح نویس سے اس قسم کی فروگزاشت ہو بھی گئی ہے تو اہل علم نے تردید کر کے اس سے برأت ظاہر کر دی ہے۔

میں رو کر سیت کی راہدہانی کے تحت نشیں کی خدمت کرنے کا موقع ملا اس کے بعد بھی سال میں دو تین بار خدمت میں ضرور حاضر ہوتا رہا مجھے اس بات پر نظر ہے کہ سرکار حضور مفتی اعظم ہند ازراہ خرد نوازی مجھے اپنے مخصوص غلاموں میں شمار کرتے تھے اس قرہی تعلق کی وجہ سے مجھے سرکار حضور مفتی اعظم ہند کی زندگی کے اکثر اہم گوشوں سے واقفیت ہے لیکن مجھے حیرت ہے کہ مذکورہ واقعہ نہ تو میں نے دوران قیام بریلی سنا اور نہ ہی مفتی اعظم ہند کے وصال تک کسی کی زبانی سنا۔ البتہ آپ کے وصال کے بعد اس واقعہ کی گونج میرے کان میں پڑی۔

(۳) تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ کے مطابق اس جواب کو پاکستان کے ہر اخبار میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا م ۵۱۳۰ یہاں مؤلف کی ذمہ داری تھی کہ کم از کم ایک دو اخبار کا حوالہ ضرور دیتے لیکن اس سلسلہ میں وہ خاموش ہیں۔

(۵) فقیر راقم الحروف نے مفتی اعظم ہند کے بہت سے فتاویٰ دیکھے اور پڑھے ہیں۔ اس فتویٰ کا لب و لہجہ انداز استدلال اور اکھڑی اکھڑی عبارت کسی بھی طرح مفتی اعظم کے انداز تحریر سے میل نہیں کھاتی۔ مثلاً فتویٰ کی یہ عبارت ”اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو بلندی پر جانے کے بعد الخ“ عجیب و غریب معلوم ہوتی ہے کیونکہ چاند دیکھنے کے لئے جہاز اڑانے کو شرط کون قرار دے رہا ہے۔ یہاں عبارت یوں ہونی چاہئے تھی۔ اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا درست ہو تو الخ“ نیز فتویٰ کا یہ ٹکڑا۔ ”تو کیا ۲۸/۲ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا۔ اور نہ ہی کوئی عاقل اس کا اعتبار کرے گا۔“ ذوق سلیم پر بار معلوم ہوتا ہے۔

ان سب باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے تنزیل بفرض غلط یہ فتویٰ مفتی اعظم ہند کا تسلیم بھی کر لیا جائے تو ایک الجھن کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ یہ کہ اس فتویٰ میں علم مناظر و مرایا اور ہیئت کی رو سے ایک ایسی صریح البطالان بات ہے جو مفتی اعظم ہند کی علمی جلالت کے قطعی منافی ہے۔

فتویٰ میں مذکور وہ ہے کہ ”اور گر جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط

(مقالات نیسی اول ص: ۱۷۱)

یہ فتویٰ جب پاکستان گیا تو پورے ملک میں پھیل گئی اور ہر اخبار میں اس کو شائع کیا گیا اس کے بعد کیا ہوا؟ مولانا عبدالغنی رضوی کی زبانی سماعت فرمائیے۔

اگلے مہینے میں ۲۷ اور ۲۸ تاریخ کو حکومت کی جانب سے جہاز کے ذریعہ اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلندی پر پرواز کے پرچام نظر آیا تب حکومت نے حضرت کے فتویٰ کو تسلیم کے رویت ہلاک کمیٹی توڑ دی۔

(تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص: ۵۱۳)

آقائے نعت سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند کی علمی بات وسعت نظر قوت اخذ اور روحانی مراتب کے تمام تر احوال کے باوجود فقیر راقم الحروف کو چند وجوہ اس واقعہ کی صحت میں شک ہے۔

(۱) اصول درایت کی رو سے کسی بھی تاریخی واقعہ کا انداز تاریخ سے متعین ہونا ضروری ہے یہ اہم واقعہ جہاں جہاں ری نظر سے گزرا کہیں بھی اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ یہ واقعہ کس سن ہجری یا عیسوی میں وقوع پذیر ہوا۔

(۲) تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ کے مؤلف کے بقول انہوں نے فتویٰ کا اصل مضمون نقل کیا ہے لیکن حوالہ کے طور پر اس کے ماخذ کی نشاندہی نہیں کی۔ ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اتنا اہم فتویٰ نہ فتویٰ مصطفویہ میں میری نظر سے گزرا اور نہ ہی مفتی اعظم ہند کی دیگر تصانیف میں ملا۔

(۳) فقیر راقم الحروف کو طالب علمی سے لے کر دور مدرس تک مختلف ادوار میں لگ بھگ دس سال بریلی شریف

ہو تو بلندی پر جانے کے بعد ۲۸/۲ کو بھی نظر آسکتا ہے۔
علم مناظر و مرایا اور علم ہیئت کے مسئلہ قواعد کی رو سے یہ ممکن
ہی نہیں کہ ۲۸/۲ تاریخ کو دنیا کے کسی حصہ سے اور کسی
بھی بلندی پر جا کر چاند دیکھ لیا جائے۔ اگرچہ اس فتویٰ اور واقعہ
کے موضوع ہونے کے لئے اتنی ہی بات کافی تھی لیکن واقعہ
نگاروں نے یہ لکھ کر کہ اگلے مہینہ میں ۲۸/۲ تاریخ کو
حکومت کی جانب سے جہاز اڑا کر اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو
بلندی پر پرواز کرنے پر چاند نظر آگیا۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ
رضویہ ص: ۵۱۴) اس واقعہ کے موضوع ہونے پر مہر تصدیق
ثبت کر دی کیونکہ اس سے ایک محال عادی کا واقع ہونا لازم آتا
ہے جو سراسر غلط اور عقلاً بالکل بعید ہے۔ یہ مسئلہ چونکہ خالص
علمی و فنی ہے اس لئے ذرا تفصیل سے عرض کرنا مناسب معلوم
ہوتا ہے۔ بغور ملاحظہ فرمائیں (۱) الف: علم مناظر میں تصریح
ہے کہ کرہ پر نظر کرنے کی صورت میں کرہ کا آدھا حصہ ہی نظر
آسکتا ہے۔ اسی طرح کرہ پر روشنی ڈالنے کی صورت میں کرہ کا
تقریباً آدھا حصہ ہی منور ہوتا ہے

(ب) شعاع بھری جتنے حصہ کو محیط ہوتی ہے اتنے حصہ کو
دائرہ الرویہ اور روشنی جتنے حصہ کو منور کرتی ہے اتنے حصہ کو
دائرہ النور کہتے ہیں۔

(ج) اگر نوری اور بھری شعاعیں دونوں ایک ہی سمت سے
کرہ تک پہنچیں تو دونوں دائرے حسی طور پر منطبق ہوں گے اور
دائرہ النور کا پورا حصہ نظر آئے گا۔ لیکن اگر شعاع نوری اور شعاع
بھری باہم مخالف سمت سے کرہ تک پہنچیں تو دائرہ النور کا کوئی
حصہ نظر نہیں آئے گا۔ ان دونوں کے علاوہ باقی تمام صورتوں میں
دونوں دائرے باہم متقاطع ہوں گے اور دائرہ النور کا وہ حصہ نظر
آئے گا جو دائرہ الرویہ کے تحت ہو۔ باقی حصہ نظر نہیں آئے گا ہاں
اگر دائرہ النور کا یہ حصہ قدر معتد بہ نہ ہو تو اگرچہ نفس الامر میں
دائرہ الرویہ کے تحت ہو پھر بھی نظر نہیں آئے گا۔ اس ضابطہ کا
علمی مشاہدہ گلوب کو میز پر رکھ کر کیا جاسکتا ہے۔

(۲) (الف) ہیئت کی رو سے آفتاب و ماہتاب اگرچہ فلک
الافلاک کے تابع ہو کر روزانہ مشرق سے طلوع ہو کر مغرب
میں غروب ہو جاتے ہیں لیکن سورج اپنی ذاتی رفتار سے روزانہ
تقریباً ایک درجہ مشرق کی طرف چلتا ہے۔ اسی طرح چاند بھی
اپنے مدار میں روزانہ تقریباً ۱۳ درجہ ۱۰ دقیقہ مشرق کی
طرف بڑھتا رہتا ہے اس دوڑ بھاگ کے نتیجہ میں چاند روزانہ
سورج سے تقریباً ۱۲ درجہ ۱۰ دقیقہ آگے نکلتا رہتا ہے۔ اس طرح
دونوں کے مابین ہر دم وضع بدلتی رہتی ہے۔

(ب) اس تبدیلی کے نتیجہ میں ہماری شعاع بھری سے
بنے ہوئے دائرہ الرویہ اور شعاع شمسی سے بنے ہوئے دائرہ النور
کا جتنا حصہ دائرہ الرویہ کی زد میں آتا ہے (بشرطیکہ وہ قدر معتد بہ
ہو) ہم اسے دیکھتے ہیں اسی وجہ سے شکلات قمریہ مختلف ہوتی
رہتی ہے کبھی بصورت ہلال کبھی بصورت بدر اور کبھی ان دونوں
کے مابین دوسری شکلوں میں ہم قمر کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

(۳) چاند رات سورج افق غربی کے نیچے اور قمر اوپر ہوتا
ہے اس وقت شمس و قمر کے مابین تقریباً ۱۲ درجہ کی دوری ہوتی
ہے۔ دائرہ النور اور دائرہ الرویہ کے تقاطع سے قمر کے منور حصہ
کی معتد بہ مقدار دائرہ الرویہ کے تحت آجاتی ہے اور آفتاب کے
زیر افق ہونے کی وجہ سے اس کی نگاہوں کو خیرہ کرنے والی
شعاعیں ہمارے لئے کالعدم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے دائرہ النور کی
معتد بہ مقدار ہمیں ہلال کی صورت میں نظر آتی ہے۔ ہاں اگر
شمس و قمر کے درمیان اتنی دوری ہو جس سے دائرہ النور اور دائرہ
الرویہ کے تقاطع سے قمر کے منور حصہ کی وہ مقدار جو دائرہ الرویہ
کے تحت ہے قدر معتد بہ سے زیادہ ہے اور آفتاب سے دوری کی
وجہ سے اس کی شعاعیں آنکھوں کو چندہ خیرہ نہیں کر پاتیں۔ تو
ایسی صورت میں اگرچہ شمس و قمر دونوں ہی افق غربی کے اوپر
ہوں پھر بھی رویت ہلال ممکن ہے جیسے ۳۰ تاریخ کو بعض
جگہوں پر بعد نماز عصری رویت ہو جاتی ہے۔

(۴) چاند رات کے بعد دوسری تیسری اور چوتھی راتوں

ہوگا کہ طالع سے قدر معتد بہ حصہ پیدا نہیں ہوگا علاوہ ازیں شعاع شمسی کی وجہ سے نگاہ وہاں ٹھہر نہیں پائے گی۔ اس لئے بقاعدہ رویت ماہتاب نظر نہیں آئے گا۔

پہلی صورت میں قمر کا الجذاب بجانب مشرق اور تیسری صورت میں اس کا الجذاب بجانب مغرب ہوگا لیکن قاعدہ رویت کے تحت نہ ہونے کی وجہ سے یہ الجذاب نظر نہیں آئے گا۔ ۲۷ تاریخ کو قمر آفتاب سے بے حد قریب ہونے کے ساتھ ساتھ آفتاب سے بجانب مغرب ہوتا ہے اور آفتاب سے پہلے ہی غروب ہو جاتا ہے اس لئے بقاعدہ رویت اس کا نظر آنا عادی محال ہے۔

یہاں اس شبہ کی گنجائش نہیں کہ اہل ارض کے لئے اگرچہ ۲۷ تاریخ کو چاند آفتاب سے پہلے ہی غروب ہو جاتا ہے لیکن ہوائی جہاز کی بلندی کی وجہ سے ابھی وہ افق کے اوپر ہو سکتا ہے یہ اس لئے کہ اگرچہ جہاز کی بلندی کی وجہ سے ماہتاب افق سے نیچے ہونے کے بجائے اوپر ہی ہو لیکن قمر اور ناظر کے مابین آفتاب کے حائل ہونے کی وجہ سے اس کی شعاعیں رویت سے مانع ہوں گی کمالاً بخفی

۲۷ کے بعد ۲۸ کی شام کو ماہتاب تحت الشمس پہنچ جاتا ہے اس کا منور حصہ سورج کی طرف ہو جاتا ہے۔ اس لئے چاند کے نظر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ۲۹ کی شام تک اگر چاند اور سورج کے مابین ۱۲ درجہ کی دوری پیدا ہو جائے تو رویت ہلال کی ممکن ہے۔ ۲۹ تاریخ کو مسلسل تین ماہ رویت ہلال ممکن ہے اس لئے ماننا پڑے گا کہ ۲۹ کو رویت اسی وقت ممکن ہے کہ بوقت غروب آفتاب چاند آفتاب سے ۱۲ درجہ پورب ہو اور چونکہ ۲۴ گھنٹہ میں آفتاب سے قمر تقریباً ۱۲ درجہ آگے نکل جاتا ہے اس لئے ظاہر ہے کہ ایک دن قبل یعنی ۲۸ تاریخ کو بوقت غروب آفتاب قمر تحت الشعاع اور اس سے ایک دن قبل یعنی ۲۷ تاریخ کو بوقت غروب آفتاب قمر آفتاب سے ۱۰ درجہ پچھتم تھا جو آفتاب کے غروب سے پہلے ہی غروب ہو گیا۔

فردری مارچ ۱۹۹۹ء
ماہتاب اگرچہ فلک میں تک کہ ۱۸۰ درجہ کی دوری پر پہنچ کر چاند بدر کی شکل میں ہو کر مغرب سے نظر آنے لگتا ہے اس کے بعد آنے والی راتوں میں ماہتاب قمر سے روزانہ گردش کی وجہ سے آفتاب سے قریب ہوتا جاتا ہے۔ تا آنکہ ۲۷ تاریخ کی صبح ماہتاب افق شرقی کے اوپر اور دقیقہ شرقی کرب افق کے نیچے ہوتا ہے۔ اور آفتاب کی خیرہ کن شعاعیں میں چاند روزانہ لے کر عدم ہوتی ہیں۔ جس کی وجہ سے پھر ماہتاب افق سے اس طرف رتی پر بصورت ہلال نظر آتا ہے۔ اس ہلال اور چاند رات والے ہلال میں وضع کا فرق ہوتا ہے۔ ۲۹ تاریخ کو آفتاب قمر بصری سے بجانب مغرب افق کے نیچے ہوتا ہے اور اس صورت میں ال کا الجذاب بھی مشرقی بجانب شمس ہوتا ہے۔ یہاں سے وہ قدر معتد بہانی سمجھا جاسکتا ہے کہ جس ہلال سے غربی مہینہ کا آغاز ہوتا ہے یہ مختلف ہوتا ہے وہ بوقت رویت آفتاب سے پورب ہوتا ہے اور ہلال کا الجذاب جانب مغرب بسوئے آفتاب ہوتا ہے۔

(۵) اور پھر ۲۷ کے بعد چاند اور سورج میں اجتماع کی حالت پیدا ہو جاتی ہے یعنی محاق کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس کے منور حصہ رات ہی دن تک قمر چھپا رہے گا اور پھر چاند رات میں بصورت ر آفتاب۔ اعلیٰ تین دن تک قمر چھپا رہے گا اور پھر چاند رات میں بصورت کرنے والا ہلال نمودار ہوگا آماؤس کے آغاز سے ہلال کے نمودار ہونے تک رة النور ماہتاب کی تین حالتوں میں سے کوئی ایک حالت ہوتی ہے

ہاں ا (الف) ماہتاب آفتاب سے پچھتم ہوگا۔ مگر اتنا قریب کہ نور اور دائرہ قاطع سے قدر معتد بہ حصہ پیدا نہیں ہوگا ساتھ ہی آفتاب کی دائرہ الرو تیز شعاعوں کی وجہ سے نگاہ وہاں ٹھہر نہیں پائے گی۔ اور خاص سے دوری بات یہ کہ ماہتاب آفتاب سے پہلے ہی غروب ہو جائے گا۔ اس پر پاتیں۔ لئے بقاعدہ رویت چاند کے منور حصہ میں سے کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔

ب) چاند تحت الشمس ہوگا اس کا منور حصہ ہماری طرف نہ ہو کر سورج کی طرف ہوگا اس لئے اس کا دیکھنا عادی محال ہوگا۔
ج) چاند سورج سے پورب کی طرف ہوگا مگر اتنا قریب

کرتے وقت پر بنائے مسائل۔ تدقیقات سے اجتناب کیا ہے (۲) جو کچھ سترہ اونٹ کے معاملہ اور پاکستانی جہاز سے متعلق یا عرب میں دو دن پیشتر رویت کے بارے میں عرض کیا ہے وہ سب اپنی ناقص فہم کے مطابق شبہات عرض کئے ہیں۔ اگر کوئی صاحب تحقیق تلاش و جستجو کر کے ہمارے شبہات کو دور فرمادیں تو میں ان کا بے حد ممنون ہوگا۔ البتہ ریاضیات کے بارے میں یہ بھی ثابت کر کے پیش کریں کہ علم ہیئت علم مناظر یا ماڈرن سائنس کی رو سے ۲۸/۲۷ کو چاند نظر آسکتا ہے۔

اس لئے ایسی صورت میں یہ بات بے بنیاد معلوم ہوتی ہے کہ اگلے مئی میں ۲۷/۲۸ تاریخ کو حکومت کی جانب سے جہاز کے ذریعہ اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلندی پر پرواز کرنے پر چاند نظر آگیا۔ اس لئے کہ اس صورت میں یہ لازم آتا ہے کہ ماہتاب افق کے نیچے غروب ہو گیا یا ناظر و ماہتاب کے مابین سورج حائل ہو گیا پھر بھی ۲۷/۲۸ کو چاند نظر آگیا۔ اور یہ لازم آتا ہے کہ قمر تحت الشمس تھا پھر بھی ۲۸/۲۷ کو دیکھا گیا۔ یہ عادیہ محال بھی ہے اور تجربہ کے خلاف بھی اور قاعدہ رویت کے مطابق بھی۔

ضمنی طور پر یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہندوستان میں عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ بلکہ خواص میں بھی اس کا چرچا ہے کہ عرب میں ہندوستان سے دو دن پہلے ہی رویت ہلال ہو جاتی ہے۔ حالانکہ یہ بات قطعاً بے بنیاد ہے کہ کیونکہ ماضی میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ رویت ہلال کے لئے آفتاب و ماہتاب کے مابین تقریباً ۱۴ درجہ کی دوری ضروری ہے اور یہ بھی بتایا گیا کہ ماہتاب آفتاب سے تقریباً ۱۴ درجہ ۱۰ دقیقہ روزانہ آگے بڑھتا رہتا ہے۔

تو اب فرض کیجئے کہ عرب میں رویت ہو گئی جس کا مطلب یہ ہے کہ عرب کے افق پر آفتاب و ماہتاب میں ۱۴ درجہ دوری تھی ورنہ رویت ہی نہ ہوتی۔ اور دوسرے دن شام تک دونوں کے مابین مزید ۱۴ درجہ کی دوری اور بڑھ گئی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عرب میں شام کے وقت ۲۴ درجہ اور ہندوستان میں شام کے وقت تقریباً ۲۲ درجہ کی دوری ہو گئی اور جب رویت کے لئے ۱۴ درجہ ہی کافی ہے تو دوسرے دن ۲۲ درجہ کی دوری کی وجہ سے ہندوستان میں چاند نظر آنا ضروری تھا۔ اب اگر یہاں چاند نظر نہیں آتا تو اس کا واضح مطلب ہے کہ عرب میں کل رویت نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ عرب میں دو دن پہلے ہی رویت ہو جاتی ہے سراسر تاپا غلط ہے۔

نوٹ: (۱) فقیر راقم الحروف نے ریاضیات سے استشہاد

قارئین کرام

خط مختصر تحریر کریں، تعریف نہیں بلکہ مفید مشوروں سے نوازئیے، اور اس سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ ماہنامہ کے خریدار بننے اور بنائیے۔ جواب کیلئے جوابی لفافہ یا پوسٹ کارڈ ضرور بھیجئے۔

شرائط ایجنسی

ماہنامہ کنز الایمان (اردو ہندی) کے ایجنٹ حضرات کے لئے مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

- (۱) ۵ سے ۲۵ کاپی تک ۳۰ فیصد رعایت
- (۲) ۱۰۰ یا اس سے زائد پر ۳۵ فیصد رعایت
- (۳) آرڈر میں اضافہ یا کمی کی اطلاع فوری طور پر دیں۔
- (۴) محصول ڈاک بذمہ ماہنامہ کنز الایمان ہوگا۔ فیچر

دہلی
کے کٹر ایمان
ماہنامہ

ستمبر ۱۹۹۹ء



Rs.10

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

جلد: ۱
ستمبر ۱۹۹۹ء
جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
شمارہ: ۱۱

چیف ایڈیٹر	—	نبین اختر مصباحی
ایڈیٹر	—	محمد قمر الدین رضوی
شیگل ایڈیٹر	—	ساجد ہاشمی
جوائنٹ ایڈیٹر	—	حفیز النور نقشبندی
سرکولیشن منیجر	—	محمد سعید انصاری، محمد ناصر انصاری
کمپوزنگ	—	رضوی کمپیوٹر پوائنٹ دہلی ۶
کمپیوٹر آپریٹر	—	مصالح الدین گورکھپوری
ترجمین کار	—	افضل حسین بستوی

سید اعظم آل مسند احمدیت کے مشاہیر علامہ شاہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی
مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
علامہ عید اللہ علی قرنگی نقلی لکھنوی
شاہ عید الصبح محدث دہلوی
شاہ قلام علی نقشبندی دہلوی
شاہ احمد سعید مجددی رام پوری
علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی
علامہ عید الخلیف قرنگی نقلی لکھنوی
علامہ فضل رسول بدایونی
سید شاہ آل رسول احمدی مادھری
مشتی ارشاد حسین رام پوری
مشتی علامہ و عظیم قصودی لاہوری
علامہ عید القادر بدایونی
اور اصنام احمد رضا قادری
کے مسلک حق و صداقت کا قیادہ و ترجمان
اور چارہ عشق و عرفان کا ہادی و رہنما

پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر محمد قمر الدین رضوی نے ایم ایس پرنٹرس 1853، لال دروازہ، ہمدرد مارگ، دہلی 6 سے طبع کرا کے آفس ماہنامہ کنز الایمان، 423، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-6 سے شائع کیا۔

ڈرافٹ پر صرف Kanzul Iman Monthly لکھیں

ماہنامہ کنز الایمان

۳۲۳- مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶
فون اور فیکس: ۳۲۶۳۵۲۳

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

Kanzul Iman Monthly
423, Matia Mahal, Jama Masjid,
Delhi-110006 (INDIA)
Ph. & Fax : 326 4524

ہمارا اشتہار میں ہمارا آفس

رضوی کتاب گھر ۱۱۴، غیبی عمر،
میدانی-421302، ضلع قندھار،
سرحد اکثر فون: 55389

فی شمارہ : ۱۰ روپے
سالانہ : ۱۰۰ روپے
غیر ممالک : ۲۵ امریکی ڈالر

اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کا زر تعاون ختم
ہو چکا ہے لہذا اگر کم زر تعاون ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔





بَنَیْنَةُ الْإِيْمَانِ



بَنَیْنَةُ الْإِيْمَانِ	۳	کارگل کی بریلی چٹان سے الیکشن کی پروٹاروادی تک
بَنَیْنَةُ الْإِيْمَانِ	۸	انوار قرآن
بَنَیْنَةُ الْإِيْمَانِ	۱۰	انوار حدیث
مفتی جلال الدین احمد امجدی	۱۲	فقہی احکام و مسائل
ذکی احمد ہاشمی	۱۵	مقامہ صحیحہ
قرآن الحسن بستوی مصباحی	۱۹	رسول اکرم کی تعظیم
ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری	۲۳	داتا گنج بخش لاہوری اور کشف الخجوب
محمد سعید رضوی	۲۹	والدین کی تعظیم و تکریم
قطب الدین محمد عبدالوہابی فرنگی نعلی	۳۲	اشوبہ
علامہ ارشد القادری	۳۱	اسلام کا ایک آفاقی سفیر
خواجہ مظفر حسین رضوی	۳۵	۱۷۲۸ء کی رویت ہلال
محمد صابح الدین رضوی	۵۳	مدارس اسلامیہ کا گرتا ہوا معیار
ساجد ہاشمی	۵۶	کپیچ نر جرم کی دنیا میں
ادارہ	۵۹	کنز الایمان قارئین کی نظر میں
ادارہ	۶۱	اعلانات

۲۷/۲۸ کی رویت ہلال

خواجہ مظفر حسین رضوی ☆
پہلی قسط

تحقیقات رضویہ اور فن زیجات کی روشنی میں

اہل قلم اپنے مضامین میں لکھتے اور اہل خطابت اپنی تقریروں میں بیان کرتے ہیں کہ جنرل ایوب خان کے دور حکومت میں پاکستان میں تفکیک دی ہوئی ہلال کمیٹی بذریعہ ہوائی جہاز ہلال کا مشاہدہ کر کے شہادت پیش کرتی تھی اور پاکستان میں اسلامی عبادات و تقریبات اسی شہادت کی بنیاد پر منائی جاتی تھیں، مگر جب غوث العالم سید ناصر کار معنی اعظم ہند کا یہ فتویٰ وہاں پہنچا تو ہلال کمیٹی تحلیل کر دی گئی، فتویٰ کی عبارت بحوالہ مقالات نعیمی حصہ اول صفحہ ۷ اور ج ذیل ہے۔

”چاند دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا شرعی حکم ہے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں شہادت شرعی پر قاضی حکم شرع دے گا، چاند کو سطح زمین، یا ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہوئی ہو وہاں سے دیکھنا چاہئے، رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو یہ غلط ہے، کیوں کہ چاند فروب ہوتا ہے، فنا نہیں ہوتا، اس لئے کہیں ۲۹ اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو بلندی پر جانے کے بعد ۲۷/۲۸ کو بھی نظر آسکتا ہے، تو کیا ۲۷/۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا اور کوئی عاقل اس کا اعتبار کرے گا؟ ایسی حالت میں جہاز سے ۲۹ کا چاند دیکھنا کب معتبر ہوگا؟“

اور تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ صفحہ ۵۱۳ پر ہے کہ ”جب یہ فتویٰ پاکستان گیا تو پورے ملک میں ہلچل مچ گئی اور تمام اخباروں میں اس کو جلی خط میں شائع کیا گیا، اگلے مہینہ میں حکومت کی طرف سے ۲۷ اور ۲۸ تاریخ کو جہاز کے ذریعہ اس بات کی تصدیق کر لی گئی تو بلندی پر پرواز کرنے پر چاند نظر آیا، جب حکومت نے

حضرت کے فتویٰ کو تسلیم کر کے رویت ہلال کمیٹی توڑ دی۔“
مندرجہ بالا فتویٰ اور پاکستان میں بذریعہ ہوائی جہاز ایک ہی مہینہ کی ۲۷/۲۸ تاریخ کو ہلال کا مشاہدہ کرنا دونوں ہی باتیں لفظ و معنی کے اعتبار سے میرے نزدیک محل نظر ہیں۔ نہ فتویٰ کی زبان و بیان غوث العالم سید ناصر کار معنی اعظم ہند کی ذات سے میل کھاتی اور نہ ہی ۲۷/۲۸ تاریخ کو ہلال کا مشاہدہ علم و فن کے معیار پر صحیح اترتا ہے۔ علم و فن کا معیار آگے آکر وہ پیش کروں گا فی الحال قارئین کرام غور فرمائیں کہ فتویٰ میں لکھا گیا ہے کہ ”جہاز سے چاند دیکھنا تو غلط ہے“۔ فتویٰ میں چوں کہ احکام شرع بیان کئے جاتے ہیں مثلاً فرض، واجب، سنت، مستحب، جائز، ناجائز، حلال، حرام، مکروہ اور ممنوع وغیرہ اور صحیح، غیر صحیح، معتبر، غیر معتبر وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے فتویٰ کی زبان و بیان کے اعتبار سے یہاں لفظ ”غلط“ کے بجائے یوں کہنا چاہئے کہ رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو صحیح نہیں، یا اس جیسا دوسرا لفظ ہونا چاہئے، اس لئے کہ غلط کا معنی عام طور پر یہ آتا ہے کہ خلاف واقعہ ہے اور خلاف واقعہ معنی یہاں قطعاً درست نہیں، کیوں کہ جہاز پر سے لوگ آئے دن چاند دیکھتے رہتے ہیں، ہاں یہ الگ بات ہے کہ معتبر ہے، یا نہیں۔

فتویٰ میں ہے ”اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو“ (الخ) بھلا غور کیجئے جہاز اڑا کر چاند دیکھنے کی شرط کس نے ٹھہرائی ہے؟ عہد رسالت سے آج تک لوگ جہاز اڑائے بغیر چاند دیکھتے رہے کسی نے جہاز اڑانے کی شرط نہیں ٹھہرائی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فتویٰ نگار کے ذہن میں بات کچھ تھی اور تعبیر کچھ کر گئے۔ تشریح یہ ہے

پھیلتی ہوئی معلوم ہوئی، حضرت کے پردہ فرمانے کے بعد اچانک یہ باتیں جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی چلی گئی۔ کچھ علماء کرام کو اس کا کھنکا ضرور ہوا، لیکن اپنی مصروفیت کی وجہ سے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں فرما سکے۔

میری نگاہ میں چونکہ یہ باتیں نہ صرف بے بنیاد تھیں، بلکہ علم و فن کے خلاف بھی تھیں، اس لئے شمالی ہند کی مشہور درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے نکلنے والا رسالہ ”ماہنامہ اشرفیہ“ ماہ ستمبر ۱۹۹۸ء میں میرا ایک مضمون بعنوان ”۲۷/۲۸ تاریخوں میں چاند کی رویت کا مسئلہ“ شائع ہوا، ہم نے اپنے مضمون میں یہ لکھا تھا کہ اس قسم کے مضمون کو فتویٰ کا نام دے کر سیدی مرشدی غوث العالم سرکار مفتی اعظم ہند کی طرف نسبت کرنا سراسر غلط اور بے بنیاد ہے اور ساتھ ہی اس کے وجوہات پر قدرے روشنی بھی ڈالی تھی، جو ماہنامہ اشرفیہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اگر قارئین کو ماہ ستمبر کا شمارہ دستیاب ہو جائے تو اس کو پہلے پڑھ لینا اچھا ہے۔

ہمارے اس مضمون سے جہاں کہیں لوگوں کو ذہنی سکون ہوا وہیں ہمارے بعض احباب کے حلقوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ موقع کے لحاظ سے ایسی نہر کا پیدا ہونا فطری بات بھی تھی، کیوں کہ یہ مسئلہ اس قدر مشہور اور لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو چکا تھا کہ لوگ اس کے خلاف کچھ سننے کے لئے قطعاً تیار نہ تھے۔ لیکن بند ناچیز یہ خیال کرتے ہوئے کہ خدا نخواستہ اگر کبھی بھی یہ بات اٹھ کھڑی ہوئی تو حق بات سے آگاہ ہونے کے باوجود ہم بے زبان ہو کر رہ جائیں گے، اس لئے ایسا وقت آنے سے پہلے ہی یہ واضح کر دیا جائے کہ میرے سرکار کی طرف اس فتویٰ کا انتساب قطعاً صحیح نہیں ہے۔ سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند جہاں کہیں غوثیت مآبی نگاہ رکھتے تھے وہاں ان کی نگاہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کی طرف بھی تھی۔ اس لئے آپ سے کبھی بھی ایسی بات نہ سنی گئی جو امام احمد رضا کی نگارشات سے متصادم ہو۔ ادھر ہم نے اپنے ان احباب سے یہ عرض کر دیا کہ آپ حضرات پاکستان سے رابطہ قائم کریں، وہاں کی حکومت کی تحویل میں اس کا ریکارڈ ضرور محفوظ ہو گا۔ اخبارات کے تراشے منگائیں اور اصل فتویٰ کا فوٹو اسٹیٹ طلب کریں۔ اگر یہ

کہ بلندی پر جانے کی کئی صورتیں ہیں، زمین بہ زمین جیسے قطب مینار کی آخری منزل تک، یا پھر بذریعہ لٹ، جیسے امریکہ وغیرہ میں سو ڈیڑھ سو منزلہ تک یہود نچنا، یا پہاڑی راستوں کو طے کر کے جیسے کوہ ہمالہ کی چوٹی تک یہود نچنا یا پھر ہوائی جہاز سے فضائی مقامات تک یہود نچنا وغیرہ وغیرہ۔ فتویٰ نگار کو ان تمام بلندیوں سے فضائی بلندی کو رویت ہلال کے باب میں غیر معتبر بتانا ہے۔ اس لئے وہ کہتا چاہتے تھے کہ اگر ہوائی جہاز سے بلندی پر چاند دیکھنا درست ہو تو، مگر وہ اس مضمون کو اس طرح تعبیر نہ کر سکے جس سے اس کی مراد ادا ہوتی، بلکہ وہ یہ کہہ گئے کہ ”جہاز ازا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو الخ“ یعنی یہ شرط بلندی پر یہود نچنے کی تھی، لیکن یہ شرط فتویٰ نگار نے رویت ہلال کے لئے کر دی۔ ہاں اگر وہ یوں کہتا تو اس کی مراد ادا ہو جاتی ”بشرط پرواز چاند دیکھنا درست ہو تو“۔

فتویٰ نگار نے لکھا ہے کہ ”تو کیا ۲۷/۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا۔ اور نہ ہی کوئی عاقل اس کا اعتبار کرے گا“ مذکورہ بالا جملہ میں ”نہ ہی“ کا لفظ واضح طور پر دال ہے کہ یہ جملہ مستانہ نہیں ہے، بلکہ ماسبق میں مذکور ایسے جملہ پر عطف ہے جس میں حکم سلبی لفظ مذکور ہے، اور یہاں کوئی ایسا جملہ نہیں، بلکہ ماسبق میں جملہ انشائیہ بطور استظام انکاری ہے۔ جملہ خبریہ کا عطف جملہ انشائیہ پر چوں کہ صحیح نہیں، اس لئے یہاں اس قسم کی عبارت ہونی چاہئے تھی ”تو کیا ۲۷/۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں، اور نہ ہی کوئی عاقل اس کا اعتبار کرے گا“۔

بہر حال اس قسم کی جھولی جھالی عبارت کی نسبت کبھی بھی سرکار مفتی اعظم کی طرف وہ لوگ نہیں کر سکتے جنہوں نے حضرت کے نظم و نثر کو دیکھ لیا ہے۔ الموت الاحمر، سامان بخشش، وغیرہ کی زبان اور اس فتویٰ کی زبان میں ایسا فرق معلوم ہوتا ہے جیسے لکھنؤ اور بلوچستان کے دو آدمیوں کے درمیان گفتگو ہو رہی ہو۔

یہ واقعہ جنرل ایوب خان کے دور کا بتایا جاتا ہے، جب کہ اس دور میں ہندو ناچیز خود بھی مفتی اعظم ہند کی کفش برداری میں بریلی شریف میں قیام پذیر تھا، نہ ہم نے کسی سے سنا اور نہ اس کی بھٹک معلوم ہوئی، نہ کوئی ایسا اخبار دیکھا اور نہ ہی کوئی ایسی گرم خبر

جائیں کہ دونوں باہم ۵ درجہ ۲۲ دقیقہ پر تقاطع کرے، ان میں سے ایک مطلق البروج اور دوسرا مطلق المائل کہلاتا ہے۔ مطلق البروج آفتاب کی ذاتی چال کا راستہ ہے اور مطلق المائل ماہتاب کی ذاتی چال کا راستہ ہے، دونوں کے نقطہ تقاطع میں سے ایک راس اور دوسرا ذب کہلاتا ہے۔ آفتاب و ماہتاب کی ذاتی چال سے جب دونوں کے مابین محاذات راس، یا ذب، یا اس کے آس پاس ہو تو اس وقت کسوف یعنی سورج گمن ہوتا ہے۔ اور اس کے علاوہ کسی مقام پر ہو تو یہ محاق اور اجتماعِ نیرین کہلاتا ہے۔ اور جب اجتماع سے قرآن کے بڑھتا ہے اور چاند سورج کے مابین مخصوص دوری ہوتی ہے تو رویت ہلال ممکن ہو جاتی ہے۔

آفتاب اپنے فلک یعنی خارج المركز پر روزانہ یکساں ۵۹،۸،۲۰ دقیقہ کی رفتار سے پورب کی طرف رواں دواں رہتا ہے، لیکن جب مطلق البروج کی طرف نسبت کرتے ہوئے آفتاب کی رفتار دیکھی جاتی ہے تو وہ روزانہ یکساں نہیں ہوتی، بلکہ کبھی کم اور کبھی زیادہ اور کبھی برابر ہوتی ہے، شرح چلمنی میں ہے ”انہا لما كانت تدور علی محیط دائرة مرکزها خارج عن مرکز العالم کان فی احد نصفی فلک البروج اکثر من نصفها وهو النصف الذی فیہ اوجها و فی النصف الآخر من فلک البروج أقل من نصفها وهو النصف الذی فیہ الحضيض“ ص ۷۷۔ نیز اسی شرح چلمنی میں ہے ”ولما كانت الشمس تقطع من فلک البروج فی کل یوم فسیا مختلفة“ ص ۱۲۳۔

اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے حساب دانوں نے مطلق البروج پر ایک ایسا فرضی آفتاب مان لیا، جس کی چال آفتاب کے برابر ہو، اصلی آفتاب جتنی مدت خارج المركز کے مرکز پر زاویہ بناتا ہوا اتنی ہی مدت میں فرضی آفتاب مرکز عالم پر زاویہ بنائے، اگر اصلی آفتاب خارج المركز پر دس درجہ چلے تو یہ فرضی آفتاب بھی مطلق البروج پر دس درجہ چلے۔ اگر اصلی آفتاب سو درجہ چلے تو فرضی آفتاب بھی مطلق البروج پر سو درجہ چلے اور جب اصلی آفتاب کا دورہ کامل ہو تو فرضی آفتاب کا بھی دورہ کامل ہو جائے اور پھر اسی فرضی آفتاب کی رفتار کو اصلی آفتاب کی طرف منسوب

ساری باتیں فراہم ہو جائیں تو ہم کو اپنے مضمون کے مسترد کرنے میں کوئی تردد نہ ہو گا، ورنہ بصورت دیگر ہم کچھ اور معروضات پیش کریں گے جن سے میرے موقف کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔ اب تک چوں کہ کوئی ایسی بات نہیں پیش کی گئی جس کی وجہ سے مجھے اپنے مضمون کو مسترد کرنا ضروری ہوتا۔ ادھر ہمارے بعض احباب نے میرے مضمون کو سرسری طور پر ملاحظہ کرنے کے بعد نہایت سی جھلسانے والا انداز اختیار کر کے ہماری ہوا خیزی کرنا چاہی۔ اس لئے مجبور ہو کر ہم ان احباب کی خدمت میں یہ دوسرا مضمون اس لئے پیش کر رہے ہیں تاکہ میرے موقف کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے۔

یہاں یہ بات بھی میرے ان احباب کو ملحوظ رکھنا چاہئے تھا کہ ایسے پاکستانی مسئلہ میں جو لوگ اس کی حقانیت پر اصرار کرتے اور انتساب کو صحیح سمجھتے ہیں وہ لوگ اصولاً مدعی کی حیثیت رکھتے ہیں اور میں چوں کہ انتساب کا انکار کرتا اور واقعہ کی صحت پر اعتماد نہیں رکھتا، اس لئے میرا موقف سائل کا موقف ہے۔ اصرار کرنے والے حضرات کیلئے مجھ پر طعن و تشنیع کرنے کے بجائے یہ ضروری تھا کہ وہ لوگ دلائل و براہین سے اپنا مدعا ثابت کرتے اور ہمارے شبہات کے پرچے اڑا دیتے۔ لیکن افسوس کہ اصول سے ہٹ کر محض افتاد طبع کی بنیاد پر طعن و تشنیع کو اپنا وظیفہ بنائے ہوئے ہیں۔ ان حضرات کو یہ سوچنا چاہئے کہ ان کا یہ طریقہ اور انداز داد و تحسین کے پھول کے بجائے دامن میں خس و خاشاک بھر دیتے ہیں۔ اے کاش! جتنی دیر انہوں نے مجھے برا بھلا کہنے اور کوسنے میں لگایا، اتنی دیر اگر اعلیٰ حضرت کی کتابوں ہی کا مطالعہ کرتے تو تلخ نوائی کے بجائے ہم نوائی کا دم بھرتے۔

ہم نے اپنے مضمون سابق میں لکھا تھا کہ مسئلہ کے پیش نظر حقیقاتِ ریاضیہ سے صرف نظر کیا گیا ہے، لیکن اب حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ بعض ضروری باتوں کو درج کرنا ناگزیر ہو گیا ہے اس لئے بطور تمہید چند باتوں کو پیش کرنا میرے لئے ضروری ہے۔

فلک کے اوپر دو فرضی دائرے پورب پچھم ایسے تصور کئے

کر کے حساب لگاتے رہتے ہیں، تو گویا اب اصلی آفتاب کی یہ نسبت مطلق البروج کی دور رفتار ہو گئی ایک تو وہ جو روزانہ کم و بیش ہوتی رہتی ہے اور ایک یہ جو روزانہ یکساں رہتی ہے۔ پہلی رفتار کو تقویمی حرکت اور دوسری رفتار کو وسطی حرکت کہتے ہیں، اسی طرح کچھ حال قمر کے ساتھ بھی ہے، اس لئے اس کی بھی دو حرکت ایک تقویمی اور ایک وسطی ہوتی ہے۔ آفتاب کی وسطی حرکت یومیہ ۲۔۸۔۵۹ دقیقہ اور قمر کی وسطی حرکت یومیہ ۲۔۳۵۔۱۰۔۱۳ درجہ ہے دونوں کے مابین تفاضل ۲۲۔۲۶۔۱۱۔۱۲ درجہ قمر کے سبق کی رفتار ہے۔ آفتاب سے ماہتاب روزانہ اسی رفتار سے پورب کی طرف آگے بڑھتا رہتا ہے۔ اسی مضموم کو حضرت علامہ عبدالعلی برجنڈی نے شرح زنج سلطانی میں دوسری طرح تعبیر فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ”چوں خطے از مرکز عالم خارج شود و موازی خطے کہ از مرکز خارج مرکز آفتاب رفت قوسی از مطلق البروج ابتدا از اول حمل بر توای ما طرف خط اول آنرا وسط آفتاب گویند و قوسی ہم از مطلق البروج را ابتدا از اول حمل بر توای ما طرف خطے کہ از مرکز عالم بمرکز آفتاب گزرد آنرا تقویم آفتاب گویند و چوں خطے از مرکز عالم خارج شود و بمرکز تدویر قمر گزرد و مطلق ماکل رسد قوسی از مطلق ماکل را ابتدا از اول حمل ما طرف خط بر توای وسط قمر گویند و خطے کہ از مرکز عالم خارج شود و بمرکز قمر گزرد و دوائر عظیمہ فرض کنند کہ بطرف ایں خط و برد و قطب بروج گزرد و مطلق البروج را برد و نقطہ تقاطع کند قوسی را از مطلق البروج ابتدا از اول حمل تا آل تقاطع مذکور کہ القمر اقرب بود تقویم قمر گویند و اجتماع وسطی آنست کہ وسط آفتاب و وسط قمر حسب برج و اجزایکے شوند و اجتماع حقیقی آل کہ تقویم ایشاں حسب برج و اجزایکے شوند“ ص ۳۳ اور اگر باعتبار رویت اجتماع ہو تو اجتماع مرئی کہلاتا ہے، جس سے سورج گمن ہو جاتا ہے۔

حرکت تقویمی کے اعتبار سے جو حالات پیدا ہوتے ہیں وہ حقیقی کہلاتے اور حرکت وسطی کے لحاظ سے جو احوال ہوتے ہیں وہ وسطی کہلاتے، لہذا یوم حقیقی، یوم وسطی، اجتماع حقیقی، اجتماع وسطی، ماہ قمری حقیقی، ماہ قمری وسطی، ماہ حقیقی شمسی، ماہ شمسی

وسطی یہ سارے حالات مندرجہ بالا ضابطہ کے تحت درج ہیں اور جب حقیقی اور وسطی میں سے کسی کو دوسرے میں تحويل کرنا مقصود ہوتا ہے تو تعديلات سے کام لیا جاتا ہے۔ اجتماع حقیقی سے دوسرے اجتماع حقیقی کی مدت کو ماہ قمری اور اجتماع وسطی سے دوسرے اجتماع وسطی کی مدت کو ماہ وسطی کہتے ہیں۔ بارہ ماہ حقیقی کے مجموعہ کو سال قمری حقیقی اور بارہ ماہ وسطی کے مجموعہ کو سال قمری وسطی کہتے ہیں۔ ایک برج کو آفتاب جتنی مدت میں حرکت وسطی طے کرتا اسے ماہ وسطی شمسی اور ایک برج کو آفتاب جتنی مدت میں حرکت تقویمی طے کرتا اس کو ماہ حقیقی شمسی کہتے ہیں۔ اور چوں کہ آفتاب کی حرکت تقویمی اور وسطی کا دورہ کامل برابر ہوتا اس لئے شمسی سال و وسطی اور حقیقی برابر ہوتے ہیں جس کی مدت میں اختلاف ہے جیسا کہ حاشیہ شرح چغمینی میں مذکور ہے۔ لیکن عام طور پر ۳۶۵ دن ۶ گھنٹہ مانا جاتا ہے۔ ماہ قمری وسطی کی مدت ۲۹ دن ۱۲ گھنٹہ ۴۴ منٹ ہوتی، شرح زنج سلطانی میں ہے ”اگر آل وضع اجتماع وسطی بود بست و نہ روز و دوازده ساعت و چهل و چار دقیقه است و اگر اجتماع حقیقی بود گاہے باندک از ایں مدت زیادت باشد و گاہے کمتر و نادر بود کہ موافق باشد“ ماہ شمسی وسطی کی مدت ۳۰ دن ۱۰ گھنٹہ ۲۹ منٹ ۱۲ سکند ہوتی ہے۔ حاشیہ شرح چغمینی میں ہے ”فالشہر الشمسی الوسطی ابدا یکون ثلثین یوما و عشر ساعات و تسعا و عشرين دقیقه و نصف سدس دقیقه و الشهر الشمسی الحقیقی قد یزید علیہ و قد یساویہ و قد ینقص۔“ (ص ۱۲۸) اور شرح زنج سلطانی میں ماہ شمسی حقیقی کے متعلق درج ہے کہ ”حضیض آفتاب بر منصف آل باشد، آفتاب آل را در مدت بست و نہ روز و نہ ساعت تقریباً قطع کند و ایں اقصر زمان مدت سیر آفتاب است سی درجہ را کہ ایک برج است و مقداری درجہ مقابل آل اوج کہ آفتاب بر منصف آنست آفتاب آل را در مدت سی و یک روز و دوازده ساعت تقریباً قطع کند و ایں اطول مدت سیر آفتاب است مری درجہ را۔“ (ص ۵) اور زنج بہادر خانی میں ”ماہ قمری حقیقی کے متعلق یوں درج ہے ”ماہ ہائے حقیقیہ قمر بسبب سرعت حرکت تقویمی قمر و بطوی شمس حوالی اجتماع بے شبہ اصغر باشد از

قمری ماہ وسطی و غایت اس قدر از یزدہ دقیقه یوم ہلیلہ متجاوز نمی شود، پس مقدار قمری بست و نہ روز و ثلث یوم تقریباً باشد و بر بلع یوم نمی رسد بلکه ابد از اید از بلع می باشد و علی هذا قمری ہر گاہ حوالی اجتماع قمر بطبی شود و شمس سر بلع لازم آید کہ زمانہ حقیقی قمری زاید باشد از ماہ محری وسطی و اس زیادتی ہم قریب یزدہ دقیقه یوم ہلیلہ است، پس غایت مقدار ماہ عظمی بست و نہ روز و بلع یوم می باشد و اس کسر گاہ ہے بہ چہار خمس نمی رسد بلکه کمتر اس می باشد ص ۵۰-۵۱۔

خلاصہ یہ ہے کہ وسطی مہینوں کی مقدار متعین اور منضبط ہوتی اور حقیقی مہینوں کی مقدار نہ متعین ہوتی اور نہ منضبط ہوتی، اس لئے حساب دہاں وسطی اعتبار سے اپنا عمل کرتے اور تعدیلات کے بعد ماہ حقیقی معلوم کر لیتے ہیں۔ آئندہ مضمون میں حسابات یا لفظ جمع وغیرہ کا استعمال بمعنی وسطی ہوں گے۔ وسطی اور حقیقی میں ہوں کہ برائے نام فرق ہوتا۔ اس لئے ہماری مراد پر اس سے کوئی نہیں پڑے گا۔

لیکن شریعت مطہرہ میں نہ تو ماہ قمری حقیقی پر حکم ہوتا ہے نہ قمری وسطی پر، بلکہ حکم ماہ قمری ہلالی پر ہوتا ہے، جس کی مدت ۲۹ یوم اور کبھی ۳۰ یوم ہوتی۔ شرح زنج سلطان میں ہے اگر آں وضع ہلالی بود مدت دور او گاہے بست و نہ روز باشد و گاہے یازدہ روز (ص ۵)۔ فتاوی رضویہ میں ہے ”اہل شرع ماہ ہائے اس بلع از رویت ہلال گیرند و آں ہر گز از سی روز زیادہ نہ باشد و از ت و نہ روز کمتر نے“ (جلد دوازدہم، ص ۳۰) البتہ یہ ضرور ہے غرہ وسطیہ سے پہلے غرہ ہلالیہ نہیں ہوتا۔ فتاوی رضویہ میں ہے اور بدلہ بواضح کہ رویت ہلال اجتماع قمرین سے ایک مدت معتد بہا کے بعد واقع ہوتی ہے، تو غرہ ہلالیہ کبھی غرہ وسطیہ سے مقدم نہ آئے گا و انما غایۃ التساوی“ جلد دوازدہم، ص ۳۱۔

شرح زنج سلطان میں تشریح کی گئی ہے کہ بوقت غروب آفتاب قمرین کے مابین معدل النہار کی قوس کی مقدار کو ”بعد محل“ اور مظہر البروج کی قوس کی مقدار کو ”بعد سواء“ کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں فتاوی رضویہ میں ارشاد ہے کہ ”اور حسب قول

متعارف اہل عمل رویت کے لئے کم سے کم دس درجہ سے زیادہ فاصلہ چاہئے۔“ حاشیہ شرح تحفنی للعلامہ عبدالعلی البرجدی میں ہے ”المذکور فی الکتاب المشہور انہ ینبغی ان یکون البعد بین تقویمی النیرین اکثر من عشرة اجزاء و قبل ینبغی ان یکون مابین مغار بیہا عشرة اجزاء او اکثر حتی یکون القمر فوق الارض بعد غروب الشمس مقدار عشر ساعة او اکثر و المشہور فی هذا الزمان بین اهل العلم انہ ینبغی ان یتحقق الشرطان حتی یمکن الرؤیة و یسمون البعد الاول ”بعد السواء“ و البعد الثانی ”بعد المعدل“ شرح زنج سلطان میں ہے ”باید کہ بعد معدل دہ درجہ باشد یا زیادہ و بعد میان تقویم ایشان از دہ زیادہ باشد تا ہر دو شرط وجود بگیرد و ہلال مرئی نہ شود و متعارف دریں زمان این است“ ص ۳۱۔ جلد دوازدہم (فتاوی رضویہ)

زنج بہادر خانی میں ہے ”اگر ہر یک از بعد معدل و بعد سواء از دہ درجہ زیادہ نہ باشد دریں صورت ہلال اصلاً دیدہ نشود و ماہ موجود سی روزہ باشد و اگر بعد معدل میان دہ درجہ و دوازدہ درجہ باشد و بعد سواء از دہ درجہ بیشتر بود دریں صورت ہلال باریک تو اں دید و اگر بعد معدل میان دوازدہ و چہار دہ درجہ باشد ہلال معتدل دیدہ شود و اگر از چہار دہ بیشتر باشد ہلال بزرگ و ظاہر تر باشد“ (ص ۵۵۷)۔

جہاز سے پرواز کر کے ہلال دیکھنے کی حاجت اس وقت ہوگی، جب کہ ہلال ابتدائی حد پر واقع ہو اگر ہلال حد رویت سے زیادہ حد پر واقع ہو تو حسب زیجات اس کی رویت واضح ہو گئی، تو پھر ہوائی جہاز سے پرواز کرنے کی کیا حاجت؟ اب مان لیجئے کہ کسی مقام میں بتاریخ ۲۹ بوقت غروب آفتاب ہلال نظر آجائے تو بفرمان امام احمد رضا کہ ”غرہ ہلالیہ کبھی غرہ وسطیہ سے مقدم نہیں ہوتا“ اس کا صاف مطلب ہے کہ غرہ وسطیہ ہو گیا اور جب غرہ وسطیہ کے لئے بعد معدل اور بعد سواء کی مذکورہ شرطیں لازمی ہیں، اس لئے بوقت غروب آفتاب اس دن بعد معدل اور بعد سواء دس درجہ سے ضرور زائد ہوگا، اور چوں کہ قمر اتنی دوری کو تقریباً ایک دن میں طے کرتا، اس لئے ماننا پڑے گا کہ ۲۸ کی شام کو قمر حالت اجتماع میں

تھا اور ۷۴ ہر برج کو قمر آفتاب سے منجم ہونے کی وجہ سے آفتاب سے پہلے ہی غروب ہو گیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے ۲۸ برج کو بوجہ اختلاف قرین اور ۷۴ ہر برج کو بوجہ غروب قمر رویت ہلال قطعاً کمال۔ کمالاً بحتمی۔

زیر بحث فتویٰ میں یہ کہا گیا ہے "کیوں کہ چاند غروب ہوتا ہے، اس میں کسی ہوتا ہے اس لئے کہیں ۷۴ اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے اور جہاز الازکر چاند دیکھنا شرط ہو تو بلندی پر جانے کے بعد ۲۸ ۲۴ کو بھی نظر آسکتا ہے" یہ بات قطعاً غلط اور بے بنیاد معلوم ہوتی ہے۔ فتویٰ کے الفاظ کو سورۃ مساویہ دیکھیں، لیکن معنوی اعتبار سے یقیناً یہ کلیہ ہے اور اس عبارت سے کلیہ بھی بیان کرنا مقصود ہے کہ اس میں کسی ستہ کی بناء کسی جگہ کی کوئی تعیین نہیں بلکہ ہر ماہ ۷۴ سال ۷۴ جگہ بلندی سے چاند نظر آسکتا ہے، کیوں کہ وہ غروب ہوتا ہے اس میں ہوتا ہے اگر ایک جہتی بھی کلیہ کے خلاف ہو تو وہ کلیہ ٹوٹ جاتا ہے۔ حالت اختلاف اور بوقت غروب کی جو صورت پیش کی گئی اس سے یقیناً یہ کلیہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے یہ کلیہ سر اسر باطل ہے بلکہ کتابت قویہ ہے کہ یہ ایسا کلیہ ہے جو اپنے جزئیات میں سے کسی بھی جزئی پر مستلحق نہیں۔ شرعی سینے کبھی ۳۰ اور کبھی ۲۹ کے ہوتے ہیں، لیکن ۳۰ کے حیت کا ثبوت رویت ہلال پر مبنی نہیں وہ تو خود تصور الکواکب سے ہی ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے رویت ہلال کا مسئلہ فقط ۲۹ دن والے حیت سے تعلق رکھتا ہے۔

۷۴ ہر برج کی شام کو قمر کے حد رویت پر ہونے کے لئے بوقت غروب آفتاب تین شرعی ضروری ہیں (۱) ہلال افق کے اوپر ہو (۲) تیرین کے مابین بعد محال دس درجے سے زائد ہو (۳) اسی طرح تیرین کے مابین بعد سوا دس درجے سے زائد ہو، اگر یہ تین شرطیں پائی جائیں تو رویت کا وقوع ہو یا نہ ہو مگر رویت ہلال حد امکان میں آجاتی ہے اور دنیا میں کہیں رویت بھی ہو سکتی ہے اور غروب ہلالیہ ضرور ہو جاتا ہے اور اگر رویت نہیں ہوتی تو پھر بھی غروب وسطیہ ہو جاتا ہے ہلالیہ نہیں ہوتا۔ مثلاً اسی ۱۹۹۹ء کی جنوری میں ماہ عبید کے ہلال کا مسئلہ لیجئے، مطلع صاف ہونے کے بعد چاند تیرین چاند جگہ ہی سے رویت کی اطلاع ملی، پہلی شرط تو اس

لئے کہ اگر بوقت غروب آفتاب ہلال افق کے لوہ نہ رہے تو پھر کیا زمین چہر کر رویت ہو گی اور دوسری و تیسری شرط وہ غرض کے لئے مانی جاتی ہے، اول یہ کہ چاند پر دائرہ رویت اور دائرہ نور کا باہم تقاطع ہو سکے، دوم یہ کہ بوقت غروب آفتاب قمر آفتابی شعاعوں کی صولت سے دور رہ کر اپنا کھڑا دکھائے۔ اگر بعد محال اور بعد سوا کی مشروط مقدار نہ پائی جائے تو چاند اور سورج باہم قریب ہونے کی وجہ سے آفتابی شعاعوں کی صولت اور سورج کی تیز کرلوں کی جہلات میں ہلال کا کھڑا گم ہو جائے گا، تو پھر ہلال کیسے نظر آئے گا؟ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ "غروب شمس کے ۲۰ منٹ بعد تک آفتابی شعاعوں کی اس قدر صولت ہوتی ہے کہ عادیۃ القلوب میں چاند بھی اس میں نظر آنا ممکن نہیں" بحوالہ فقہی بصیرت، ص ۱۵۱۔

دائرہ نور اور دائرہ رویت کے تقاطع کو اس طرح سمجھیں کہ رویت ہلال خواہ ۲۹ کی ہو، یا ۳۰ کی، دائرہ نور اور دائرہ رویت کے باہم تقاطع سے چاند کے چار حصے ہو جاتے ہیں، دو حادے اور دو منفرجے (۱) چاند کا زیریں حصہ جو ناظر کے سامنے ہلالی صورت میں نظر آتا ہے چاند کا یہ حصہ دائرہ رویت اور دائرہ نور دونوں کے تحت ہوتے، (۲) دوسرا وہ بالائی حصہ جو ہلالی صورت کے مقابل ناظر کے مخالف سمت ہوتا، چاند کا یہ حصہ دائرہ رویت کے تحت ہوتا، دائرہ نور کے تحت ہوتا، چاند کا وہ ٹکڑا جو چاند کے غریبی حصہ میں ہوتا، دائرہ نور کے تحت ہوتا، دائرہ رویت کے تحت نہیں (۳) چاند کا وہ حصہ جو چاند کے مشرقی حصہ میں واقع ہوتا، وہ صرف دائرہ رویت کے تحت ہوتا، دائرہ نور کے تحت نہیں۔ پہلے دونوں ٹکڑے حادے اور پچھلے دو ٹکڑے منفرج ہوتے۔ چوں کہ دائرہ رویت کا تعلق ناظر سے ہے، اس لئے ناظر کے مقامات بدلنے پر حصہ تقاطع کی ضخامت کم و بیش ہوتی جائے گی۔ ناظر کے زمین پر ہونے، یا پستی پر جانے، یا بلندی پر پرواز کرنے کی وجہ سے چوں کہ دائرہ رویت کی پوزیشن بدلتی رہتی ہے، اس لئے ناظر جوں جوں اوپر پرواز کرتا جائے گا، اسی تناسب سے دائرہ رویت کا زیریں حصہ اپنی جگہ سے ہٹ کر پورب کی طرف کھسکتا جائے گا اور اسی تناسب

سے ہلالی حصہ بھی اپنا جگہ سے ہجیم کی طرف کھینک جائے گا اور
واٹر ڈرامیٹ اور واٹر ڈائرکٹور کے تقاطع سے بھی اشد ہلالی صورت مادہ
سے امداد ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ واٹر ڈ
رومیٹ اور واٹر ڈائرکٹور کا تقاطع ختم ہو کر حالت تقاطعی ہی ہو جائے گی
اور اسے چاند اور سورج کے مرکز اور باہر تینوں ایک خط مستقیم پر
ہو جائیں گے اور اسی طرح باہر کے لئے سورج گیس کا قطر سامنے
آجائے گا۔ اور اگر باہر سطح زمین چھوڑ کر فضا میں بکھرنے لگے اور
زمینی جہاز واقع نہ ہو تو اس کے برعکس ہلالی صورت کی مقدار بڑھ
جائے گی اور اگر باہر شمس و قمر کے مابین بکھرنے لگے تو ہلال کا
قطر سامنے آجائے گا۔

بعد معدل اور بعد سواہ کی حقیقت مقدار تو ہوں کہ اس میں
باہر کے وضع کو کوئی دخل بھی نہیں ہوتا اس لئے چاند سورج کو
جہاں کہیں سے بھی دیکھا جائے، اس کے مابین کی دوری میں کوئی
فرق نہیں آئے گا، ایک میل کی اونچائی ہو، یا دس ہزار میل کی
بلندی، خواہ فلک زحل کی بلندی، کہیں سے بھی دیکھیں یہ دوری
اپنی جگہ برقرار رہے گی، اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ چونکہ
بوقت غروب بھی دوری قمر کو آفتابی شعاعوں کی صولت سے محفوظ
رکھتی ہے، اس لئے اٹل حساب لے یہ بتایا کہ اگر بعد معدل اور بعد
سواہ دس درجے سے زائد ہو تو رویت کا امکان ہو جاتا ہے، اور نہ
نہیں۔ لیکن اس صورت میں اگر باہر بلندی کی طرف ہوا کر لے
لگے تو جس قدر بلندی پر جاتا رہے گا، اسی اعتبار سے ماہتاب کا
زیریں حصہ جو ہلالی صورت میں نظر آئے گا امکان رکھتا ہے اب اس
کے ہاتھ سے یہ امکان بھی جاتا رہے گا، یعنی رویت کا امکان خفیف
سے خفیف تر ہوتا رہے گا۔ اور آخر میں امکان معدوم ہو جائے گا۔
اس لئے زیر بحث مسئلہ میں یہ پہلو نکالنا کہ ۲۸/۲۷ درجہ میں
اگرچہ حصہ تقاطع رویت معادہ کی مقدار پر نہیں ہوتا لیکن کیوں
نہیں ایسا ہو سکتا کہ ہوائی جہاز سے بلندی پر جانے کی وجہ سے ایسی
وضع پیدا ہو جائے کہ وہ ہلالی صورت جو زمین سے نہیں حاصل ہوتی
وہ بلندی پر حاصل ہو جائے؟ دراصل یہ قوت و اہمہ کا فریب ہے۔
رہی یہ بات کہ پھر لوگ کیوں رویت ہلال کے لئے اونچی

جگہ جگہ مکان کی بھرت، یا پہاڑ اونچے کے اونچے چڑھ جاتے اور
یا کوئی معرعات کیوں جہاز سے بلندی پر جاتے تھے؟ تو اس کا جواب
یہ ہے کہ یہ نہ بعد معدل اور نہ بعد سواہ کی مقدار بڑھ جائے اور
نہ تقاطع کا حصہ زیادہ کرانے جاتے۔ بلکہ رویت معادہ کی حد تک
بکھرنے کی ماہتاب بھی زمینی جہازات جگہ اونچے مکانات یا اونچے
درخت اور بھی فضائی جہازات جگہ اونچے یا گرد غبار کی بلندی میں آجاتا
ہے اس لئے لوگ اونچی جگہ پر بکھرنے کی ہلال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔
اور بھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چاند رویت معادہ کی حد پر اس وقت
آتا ہے جب کہ وہ غروب ہو رہا ہو یعنی جب افق کے اونچے حصے تو اس
حد پر نہیں تھا اور جب اس حد پر آیا تو افق کے نیچے بکھرنے لگا، اس
لئے لوگ اونچے جگہ چاند دیکھتے ہیں تاکہ اس کی نگاہ قدرے افق کے
نیچے بکھرنے کی رویت معادہ کی حد تک پہنچے ہوئے ہلال کو دیکھ
سکے۔

الغرض بلندی پر جانا اس لئے ہوتا ہے کہ حد تک پہنچے
ہوئے ہلال کا مشاہدہ کر لے، اس لئے نہیں ہوتا کہ ہلال کو حد تک
پہنچا دیا جائے۔ ہر حال یہ باتیں ۲۹ دن ۱۲ گھنٹہ ۴۴ منٹ
کے بعد ہی ہوتی ہیں۔ ۲۸ درجہ سورج کو چوں کہ غروب آفتاب کے
وقت قمر حالت اجتماع یا حوائی اجتماع میں ہوتا، جس کی وجہ سے لگ
بھگ ساتھ ہی غروب کرتا اور ۲۷ درجہ سورج کو قمر آفتاب سے
تقریباً ۱۲ درجہ ہجیم ہوتا، جو تقریباً ۳۸ منٹ پہلے غروب
ہو جاتا، اس لئے ۲۸ یا ۲۷ درجہ سورج کو رویت ہلال نہ زمین سے
ہو سکتی اور نہ ہوائی جہاز سے ہو سکتی ہے۔ اس لئے کوئی کا کلیہ قطعاً
صحیح نہیں۔ یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اجتماع کی
وضع، یا وہ وضع کہ جس میں قمر سورج سے ہجیم واقع ہو تو ان
اوضاع میں ہلالی حصہ نمودار بھی نہیں ہوتا اور نہ ہلالی حصہ نظر
آسکتا ہے بلکہ ان اوضاع میں چاند بھی نظر نہیں آسکتا، اس لئے کہ
اگرچہ باہر کے بلندی پر جانے کی وجہ سے زمینی افق کے بجائے
فضائی افق پیدا ہو جاتا، جس کی وجہ سے غروب شدہ قمر افق کے اوپر
آجاتا ہے، لیکن اس صورت میں ہوں کہ سورج بھی فضائی افق پر
آجاتا ہے، جس کی تیز شعاعوں میں چاند گم ہو جاتا ہے، وہاں اگر چاند

حد رویت ممکن تھی، اس لئے کہ امام احمد رضا خوب جانتے تھے کہ ہر جس قدر لوہہ جائے گا اسی اعتبار سے تقاطع کا مرنی حصہ کم سے کم تر ہوتا جائے گا، اس لئے ۲۹ رطل کو جب زمین سے چاند دیکھنے کا غیر متوقع احتمال ہے تو پہاڑ کے لوہے سے اور زیادہ غیر متوقع ہو جاتا اور جب ہلال زمین سے دیکھنے پر حد رویت پر نہیں ہو سکتا تو کسی اونچائی پر سے دیکھنے میں بھی حد رویت پر نہیں ہو سکتا۔ (باقی آئندہ)

حد رویت پر ہو چکے ۲۹ تاریخ کو تو چوں کہ یہاں ممکن ہے کہ سورج فضائی افق کے نیچے ہو اور قرآن کے اوپر اس لئے یہاں رویت ممکن ہے۔

اب تک جتنی باتیں درج ہوئیں وہ تو علم و فن کی باتیں تھیں، آگے امام احمد رضا کے فرمان کو نقل کیا جا رہا ہے، جس میں ۲۸/۲۷ تاریخ میں رویت ہلال کا مسئلہ معروض ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ و آلہ و آلہ صوان نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف کی تاریخ اور دن کے تعیین کے لئے رویت ہلال کی مذکورہ شرطوں کے پیش نظر شام دو شنبہ ۲۹ رطل وسطی ۱۱ھ کے لئے افق کریم مدینہ طیبہ کے لئے جزئیات موارہ کی جدول تیار کر کے یہ حکم لگایا کہ ”جب شب سے شنبہ (یعنی ۲۹ رطل) تک نیرین کا یہ حال تھا کہ وقوع رویت ہلال ایک مخفی غیر متوقع احتمال تھا، تو اس سے دو ایک رات پہلے (یعنی ۲۸/۲۷) کا وقوع بدائع محال تھا، اس رات (یعنی ۲۹) کے دن گزرنے کے بعد کی رات (۲۸) صرف ۹ درجہ آفتاب سے مشرق ہوا تھا تو شام یکشنبہ کو (یعنی ۲۸ تاریخ کی شام کو) کئی درجے (یعنی تقریباً ۳ درجے سے کچھ زیادہ) اس سے غربی تھا، اور غروب شمس سے کوئی پاؤ گھنٹہ پہلے ڈوبا اور شام یکشنبہ کو (یعنی ۲۷ تاریخ کی شام کو) تو عصر کا اعلیٰ مستحب وقت تھا، جب چاند قبلہ نشین مغرب ہو چکا تھا پھر (ان دونوں تاریخوں میں سے کسی تاریخ میں) رات کو رویت ہلال کیا زمین چیر کر ہوئی؟“ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۲ لہجے یہاں بھی فتویٰ کا کلیہ اپنے جزیے پر منطبق نہیں۔

عبارت ہالا سے یہ واضح ہے کہ ۲۹ تاریخ کو جب وقوع رویت ہلال ایک مخفی غیر متوقع احتمال ہو تو ۲۸/۲۷ کو رویت ہلال کی کوئی صورت بھی نہیں ہو سکتی۔ پاکستانیوں کے غیر متوقع احتمال سے ایک دو دن پہلے ہوائی جہاز سے (جب کہ بلندی پر بیونچنے سے تقاطع کا حصہ حادثہ سے احد اور رویت خفیف سے خفیف تر ہو جاتے) ۲۸/۲۷ کو چاند دیکھنے کی روایت فرضی نہیں تو اور کیا ہو سکتی ہے۔ مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس پہاڑیاں تھیں، امام احمد رضا نے یہ نہیں فرمایا کہ ہاں پہاڑ پر چڑھ کر اگر دیکھا جاتا تو

ماہنامہ کنز الایمان کی ایجنسی حاصل کرنے کا طریقہ

ماہنامہ کی ایجنسی حاصل کرنے کیلئے بطور ایجنسی فیس 100/- روپے مئی آرڈر کریں۔ مئی آرڈر فارم کے نیچے خالی جگہ میں اپنا نام یا کتب خانہ کا نام اور مکمل پتہ درج کریں۔ ساتھ ہی ماہنامہ کنز الایمان اردو اور ہندی کی تعداد الگ الگ واضح طور پر ضرور تحریر کریں۔ آپ کو ہر ماہ رسالہ وی بی سے حاتارے گا۔ کم از کم ہندی اور اردو ملا کر جاری نہیں ہوگی۔

۳۲ سالہ

ایک خوبصورت، بچہ
میں ماہر، سنی حنفی پائے
خوا

معرفت رضوی

عمدہ قسم
۳ ورثی۔ ۸ ور
قائم کریں۔

فائی

347



دہلی

کفر الایمان

ماہنامہ

اکتوبر ۱۹۹۹ء

Rs.10



ماہنامہ کنز الایمان دہلی

مولو اعظم الہ سنت و جماعت کے مشاہیر علامہ ہند علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علامہ عبدالعلی فرنگی محلی لکھنؤی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی شاہ احمد سعید مجددی رام پوری علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی علامہ عبدالعلیم فرنگی محلی لکھنؤی علامہ فضل رسول بدایونی سید شاہ الی رسول احمدی مارہروی مفتی ارشاد حسین رام پوری مفتی غلام دیکھیر قصوری لاہوری علامہ عبد القادر بدایونی اور امام احمد رضا قادری کے مسلک حق و صداقت کا نقیب و ترجمان اور جادۂ عشق و عرفان کا ہادی و رہنما

جلد: ۱ اکتوبر ۱۹۹۹ء شماره: ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ

چیف ایڈیٹر	:	لیسین اختر مصباحی
ایڈیٹر	:	محمد قمر الدین رضوی
فینچنگ ایڈیٹر	:	ساجد ہاشمی
سرکولیشن منیجر	:	محمد سعید انصاری، محمد ناصر انصاری
کمپوزنگ	:	رضوی کمپیوٹر پوائنٹ دہلی ۶
کمپیوٹر آپریٹر	:	مصلح الدین گورکھپوری
ترجمین کار	:	افضل حسین بستوی

پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر محمد قمر الدین رضوی نے ایم ایس پرنٹرس 1853، لال دروازہ، ہمدرد مارگ، دہلی 6 سے طبع کرا کے آفس ماہنامہ کنز الایمان، 423، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی-6 سے شائع کیا۔

ڈرافٹ پر صرف Kanzul Iman Monthly لکھیں

ماہنامہ کنز الایمان
۳۲۳- مٹیا محل، جامع مسجد دہلی ۶
فون اور فیکس: ۳۲۶۳۵۲۲

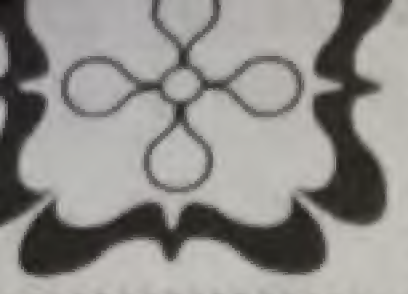
مراسلت و ترسیل زر کا پتہ
Kanzul Iman Monthly
423, Matia Mahal, Jama Masjid,
Delhi-110006 (INDIA)
Ph. & Fax : 326 4524

مہاراشٹر میں ہمارا آفس
رضوی کتاب گھر: 114، غیبی نگر،
بھونڈی-421302، ضلع تھانہ،
مہاراشٹر فون: 55389

فی شماره : ۱۰ روپے
سالانہ : ۱۰۰ روپے
غیر ممالک : ۲۵ امریکی ڈالر

اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے ازراہ کرم زر تعاون ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔





آئینہ کنز الایمان



یاسین اختر مصباحی	۳	شاہ فہد کی رسوائے زمانہ شاہ غریبی
امام احمد رضا کا فضل بریلوی و سید نعیم الدین مراد آبادی	۸	انوار قرآن
یاسین اختر مصباحی	۱۰	انوار حدیث
مفتی جلال الدین احمد امجدی	۱۲	فقیہ احکام و مسائل
ذکی احمد ہاشمی	۱۴	عبادت میں اشہاک
عبدالمصطفیٰ صدیقی	۱۷	حیرات کی تعلیم اور تقویۃ الایمان
فتح احمد بستوی مصباحی	۲۰	حضور ﷺ کے فضائل و کمالات
سراج احمد بستوی	۲۵	الاستد اور ضابطہ بریلوی کا مجموعہ کلام
خواجہ مظفر حسین رضوی	۳۵	۲۷/۲۸ کی رویت ہلال
بدر الدجی رضوی مصباحی	۴۵	امام اعظم ابو حنیفہ پر مظالم کے اسباب
سید اشرف حسین قادری رضوی	۵۱	بعد دفن میت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا جواز
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۵۴	امام احمد رضا کوثر نیازی کی نظر میں
محمد اختر حسین قادری	۵۸	شراب و جو احادیث کے آئینہ میں
ادارہ	۶۱	کنز الایمان قارئین کی نظر میں
ادارہ	۶۲	اعلانات

خواجہ مظفر حسین رضوی ☆
آخری قسط

۲۷/۲۸ کی رویت ہلال

تحقیقات رضویہ اور فن زیجات کی روشنی میں

ذیل میں ہم ”فقیہ بصیرت“ سے کچھ عبارتیں نقل کرتے ہیں، جو امام احمد رضا کی تصنیف ”جد الملتار“ کا فصیح ترجمہ ہے، اس مضمون میں بھی ۲۸ تاریخ کو رویت ہلال کی بابت مذکور ہے۔

”اقول الحق، ان شاء اللہ تعالیٰ التفصیل معاملہ یہ ہے کہ یہاں دو باب ہیں۔ (۱) باب قواعد رویت ہلال (۲) سیر شمس و قمر ان کے طلوع و غروب اور منازل قمر کا باب، اول کا تو کوئی اعتبار بھی نہیں اس لئے کہ خود ان کا اس بات میں کثیر اختلاف ہے، کسی قطعی قول تک ان کی رسائی نہیں ہو سکتی، جیسا کہ آشنائے فن سے مخفی نہیں، اس لئے مجسطنی میں اس کی کوئی بحث نہیں رکھی، باوجودیکہ اس میں متحیرہ اور ثوابت کے ظہور و غفا پر بھی کلام کیا ہے، اس وجہ سے کہ انہیں معلوم تھا کہ رویت ہلال ایسی چیز ہے جو ضوابط کی گرفت سے باہر ہے، یہی وہ بات ہے جسے ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رد کر دیا اور ثانی بلاشبہ یقینی ہے، اس پر قرآن عظیم کی متعدد سورتیں شاہد ہیں، جیسے ارشاد باری ہے ”الشمس و القمر بحسبان“ چاند اور سورج ایک حساب سے ہے (۵ رخن) ”والشمس تجري لمستقر لها ذلك تقدير العزيز العليم“ اور سورج اپنے ٹھکانے کیلئے چلتا ہے، حکم ہے زبردست علم والے کا (۳۸ لہج) ”والقمر قدرناه منازل حتى عاد كالعرجون القديم“ (۳۹ لہج) اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ہو گیا جیسے کھجور کی پرانی ڈال۔

تو اگر اہل حساب، علماء عادل باب اول کی بنیاد پر یہ کہیں

کہ رویت ممکن نہیں اور چاند عادلہ رویت کی شہادت دے تو شہادت قبول کی جائے گی اور اگر باب ثانی کی بنیاد پر کہیں جیسا کہ مسئلہ دوم میں ہے، تو یہ قطعی امر ہے، جس کے خلاف کبھی نہیں ہوتا، کیوں کہ عادی رویت ہلال ممکن نہیں، جب تک کہ چاند سورج سے دس درجہ بلکہ زیادہ دوری پر نہ ہو، تو دن میں طلوع آفتاب سے پہلے پھر رات میں غروب آفتاب کے بعد بھی اس کی رویت ہو تو یہ اس امر کو مستلزم ہے کہ چاند نے دن بھر کے اندر ہمیں درجہ سے زیادہ مسافت طے کر لی، جب کہ قطعاً معلوم ہے کہ چاند پورے دن رات میں تقریباً بارہ درجہ سے زیادہ مسافت طے نہیں کر سکتا تو اس میں سنت الہی کی تبدیلی لازم آئے گی ”ولن تجد لسنة الله تبديلاً“ اور خدا کی سنت میں ہرگز تمہیں کوئی تبدیلی نہ ملے گی، ایسی صورت میں صاحب علم قطعی طور سے یہ حکم کرے گا کہ گواہوں کو اشتہاء ہو گیا، اور قطعی کورد نہیں کیا جاسکتا، شاید امام سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد یہی ہے، تو اس سے دونوں قولوں میں تطبیق بھی ہو جائے گی، اور اس کی نظیر ہمارے اس رمضان ۱۳۳۰ھ کا واقعہ ہے کہ ہندوستان کے سارے اطراف میں تمام لوگوں نے پنج شنبہ کو روزہ رکھا جب چار شنبہ کو ماہ رمضان کو اٹھائیس تاریخ تھی، تو بدایوں میں ہمارے دوست مولوی عبدالمقتدر صاحب کے یہاں تین، پانچ آدمیوں نے شہادت دی کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے اور بدلی میں تھا، انہوں نے گواہی کر لی اور لوگوں کو عید کا حکم دے دیا، جسے ان کے ماننے والوں میں سے چند افراد نے بھی قبول کیا، باوجودیکہ ہمیں قطعی طور سے معلوم ہے کہ گواہوں سے غلطی ہوئی، اس

کی پانچ وجہیں ہیں، سبھی باب ثانی پر مبنی ہیں، باب اول پر نہیں۔
اول :- یہ کہ اس دن یعنی بدھ کو شمس و قمر کا اجتماع رائج گھڑیوں سے نو بج کر اٹھارہ منٹ پر تھا اور غروب آفتاب چھ بج کر ۲۳ منٹ پر تو عادیہ یہ محال ہے کہ اجتماع کے لوگ کھٹے چند منٹ بعد رویت واقع ہو جائے۔

دوم :- تقویم آفتاب اور تقویم قمر کے درمیان غروب کے وقت فصل تقریباً پانچ درجہ سے زیادہ نہ تھا آفتاب سنبلہ کے انیسویں درجہ میں اور چاند اسی کے تیسویں درجہ میں تھا اور یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ محض اتنی فصل پر ہلال کی رویت اس کے خالق ذوالجلال کی سنت مستمرہ معلومہ کے خلاف تھی۔

سوم :- قمر کا غروب مرکزی جس کا غروب ہلال میں اعتبار ہے، اس لئے کہ یہ چاند کے نصف اسفل میں ہوتا ہے، چھ بج کر اٹالیس منٹ پر ہوا، یعنی غروب آفتاب کے سولہ منٹ بعد اور تجربہ سے یہ قطعاً معلوم ہے کہ غروب آفتاب کے بیس منٹ بعد تک آفتابی شعاعوں کی اس قدر صولت ہوتی ہے کہ عادیہ انیسویں کا چاند بھی اس میں نظر آنا ممکن نہیں، پھر جب ہلال حد رویت پر پہنچے گا، تو اس سے چند منٹ قبل زمین کے نیچے جا چکا ہوگا، تو نظر کیسے آئے گا۔

امام احمد رضا کی منقولہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ جب تک قمر آفتابی شعاعوں کی صولت سے باہر نہیں آجاتا۔ رویت محال ہے اور باہر آنے کے بعد معدل ہو یا بعد سوا اس کا دس درجہ سے زیادہ ہونا ضروری ہے۔ ۲۷/۲۸ تاریخ کو بوقت غروب آفتاب اتنی دوری نہیں ہوتی، بلکہ ۲۸ کو چاند تحت شعاع آفتاب میں ہوتا۔ جو اس بات کو مستلزم ہے کہ چاند سورج دونوں ہی تقریباً ساتھ ساتھ ہی غروب ہوتے اور ۲۷ کو چاند آفتاب سے پہلے ہی غروب ہو جاتا۔ اس لئے ان دونوں تاریخوں میں رویت ہلال کسی طرح ممکن نہیں، انسان پہاڑ پر چڑھ جائے، ہوائی جہاز سے بلندی پر پرواز کر جائے، اس سے چاند سورج کی تقویم اور ان کے بعد معدل کے درمیان کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اور نہ آفتابی شعاعوں کی صولت سے چاند باہر آجاتا، بلکہ انسان جس قدر اوپر اٹھتا جائے گا قمر کا زیریں تقاطع کا حصہ کم سے کم ہوتا جائے گا۔ اس لئے ۲۷/۲۸ تاریخ کو رویت ہلال محال ہے، اگرچہ دائرہ رویت اور دائرۃ النور کے درمیان فی نفس الامر تقاطع ہو۔

یہ مضمون چوں کہ خالص علمی ہے، اس لئے عام قارئین کا خیال کرتے ہوئے برائے تفہیم مختصر انداز میں کہا جاسکتا ہے۔
 (۱) امام احمد رضا فرماتے ہیں ”جب کہ قطعاً معلوم ہے کہ چاند پورے دن رات میں تقریباً ۱۲ درجہ سے زیادہ مسافت طے نہیں کرتا“ (فقہی بصیرت، ص ۵۰)

(۲) امام احمد رضا فرماتے ہیں ”ماہ قمری ۳۰ دن سے زیادہ نہیں اور ۲۹ دن سے کم نہیں ہوتا“ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲، ص ۳۰)

ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ اگر ۲۸ تاریخ کو اجتماع ہو تو پورے ایک دن رات میں ۱۲ درجہ مسافت طے کرنے کی وجہ سے قمر اور سورج کے مابین اتنا بعد حاصل ہو جائے گا، جو رویت کے لئے شرط ہے اور ۲۹ تاریخ کو رویت ممکن ہو جائے گی، اس لئے ۲۹ کو اگر رویت ہو تو ۲۸ تاریخ کو قرین کے باہم اجتماع ہونے کی وجہ سے دونوں کا غروب بھی ساتھ ساتھ ہوگا۔ لہذا ۲۸ تاریخ کو رویت کی کوئی صورت ہی نہیں، ۲۷ تاریخ کو قمر سورج سے پہلے ہی ڈوب جائے گا تو پھر رویت کا مسئلہ بھی نہیں اٹھتا، اور اگر ۲۸ کے بعد اجتماع ہو تو ۲۹ کے بجائے ۳۰ کی رویت ہوگی، ۲۸ اور ۲۷ کو چاند آفتاب سے پہچم ہوگا، اور آفتاب سے پہلے ہی ڈوب جائے گا، لہذا ۲۸ ہو یا ۲۷ ان تاریخوں میں رویت قطعاً ممکن نہیں، اس لئے ہوائی جہاز سے بلندی پر جانے کے بعد بھی ۲۷/۲۸ تاریخوں میں چاند دیکھنا قطعاً محال۔

رویت ہلال کے حساب لگانے میں بعد سوا اور بعد معدل کے استخراج کے لئے شمس و قمر کے اجتماع حقیقی اور ان کی حرکت

تقویٰ کا لحاظ ہوتا ہے، اگر اجتماع کے بعد، بعد سواء اور بعد معدل دونوں ہی اپنی شرط پر ہوں تو رویت کا امکان ہوتا، ورنہ نہیں، اور چوں کہ یہ حرکت غیر منضبط ہوگی (کما مر) اس لئے یہ اجتماع کبھی دن کے کسی حصہ میں اور کبھی رات کے کسی حصہ میں ہوتا ہے، اور اسی اعتبار سے ہلال کے حد رویت کا مقام اور افق بدلتا رہتا ہے، اور اسی طرح چاند کے اماؤس میں داخل ہونے اور اماؤس سے باہر آنے کے اوقات بھی مختلف ہوتے رہتے، لیکن سہولت کے لئے باعتبار امر واسطہ پر مانا جاتا ہے کہ جب ۲۷ یوم ۱۷ گھنٹے، ۲۴ منٹ کی مدت گذر جاتی تو چاند اماؤس میں آجاتا ہے، جسے لوگ یہ کہتے کہ چاند چمپ گیا۔ اور ۲ یوم ۱۵ گھنٹے تک اماؤس میں رہتا ہے اور اس وقت کے درمیانی وقت میں اجتماع ہوتا ہے، یعنی اماؤس کے آغاز سے ایک یوم دو گھنٹہ ۳۰ منٹ بلفظ دیگر ۲۸ یوم ۱۰ گھنٹہ ۱۴ منٹ میں اجتماع ہو جاتا ہے اور حالت اجتماع سے وضع ہلالی تک آنے میں بھی اتنا ہی وقت لگتا ہے، یعنی ۲۹ یوم ۱۲ گھنٹہ ۲۴ منٹ کے بعد ہلال امکان رویت کے تحت آجاتا ہے۔

اجتماع نیرین سے کچھ دنوں پیش تر چاند سورج سے پچھتم اور پھر اجتماع کے بعد پورپ پہنچ جاتا ہے تو اگر اجتماع ۲۸ یوم ۱۰ گھنٹہ ۱۴ منٹ پر مانا جائے تو چاند ۲۷ اور ۲۸ کو بھی یقیناً سورج سے پچھتم ہونے کی وجہ سے آفتاب سے پہلے ہی غروب ہو جائے گا، سطح زمین یا کسی اونچی جگہ سے چاند کی طرف نظر کرنے کی صورت میں بہر حال آفتاب کی تیز شعائیں حائل ہو جائیں گی۔ چونکہ چاند پچھتم اور سورج پورب ہے، اس لئے ان تاریخوں میں چاند نظر آنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا اور اگر اجتماع ۲۷ اور ۲۸ کے درمیان مانا جائے تو ۲۷ کے دن قمر سورج سے پچھتم ہونے کی وجہ سے پہلے بھی ڈوب جائے گا۔ اس لئے رویت کا مسئلہ نہیں پیدا ہوتا۔ البتہ ۲۸ کے دن قمر سورج سے پورب ہونے کی وجہ سے بعد میں غروب کرے گا۔ مگر اس قلیل مدت میں بعد سواء اور بعد معدل کی شرط حاصل نہ ہونے

کی وجہ سے قمر آفتابی شعاعوں کی صولت میں گم ہو جائے گا اور ساتھ ہی قدر معتد بہ تقاطع بھی حاصل نہ ہو سکے گا، اور اگر ہوائی جہاز سے پرواز کر کے اونچائی پر پہنچا جائے تو یہ بقدر غیر معتد بہ بھی لاپتہ ہو جائے گا، اس لئے ان تاریخوں میں رویت کی بات بھی بیکار ہے، الغرض یہاں بھی فتویٰ کا کلیہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے یہ بالکل صحیح اور حق بات ہے کہ فتویٰ میں درج شدہ کلیہ ایسا کلیہ ہے جو اپنے جزئیات میں سے کسی پر منطبق نہیں۔

یہاں یہ بات بھی ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ ۲۹ تاریخ کو رویت ممکن ہے، یا نہیں، اس کا فیصلہ جزئیات موابرہ کی روشنی میں ہوتا ہے، اگر اس تاریخ کو بعد معدل اور بعد سواء اپنی شرط پر ہوں تو ممکن ہے، ورنہ نہیں، باقی ۲۷ اور ۲۸ کی تاریخوں کے لئے استخراج تقویم کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ کہنا کافی ہے کہ ۲۸ تاریخ کو قمرین اجتماع، یا قریب الاجتماع کی حالت میں ہوتا، اس لئے آفتابی شعاعوں کی صولت کی وجہ سے چاند ہرگز نظر نہیں آسکتا، اور ۲۷ کو چوں کہ چاند آفتاب سے کم از کم ۱۲ ڈگری پچھتم ہوتا، اس لئے وہ غروب آفتاب سے کم از کم ۲۸ منٹ پہلے ہی ڈوب جاتا، اس لئے اس کے نظر آنے کا سوال ہی نہیں، ہم نے اپنے موقف کے لئے اسی طریقہ کو اپنایا ہے۔ لیکن امام احمد رضا نے فتاویٰ رضویہ میں ۲۹ صفر وسطیٰ کی رویت کے امکان اور عدم امکان کی بحث چھیڑی، اس لئے وہاں ضروری ہوا کہ جزئیات موابرہ کی جدول تیار کر کے حکم صادر فرمائیں، اور جب ایک دو دن پہلے کی بات آئی تو بلا جدول پر کہہ کر کام تمام فرمادیا کہ شام یثحبہ اور شام شنبہ کو تو قمر غروب آفتاب سے پہلے ہی ڈوب گیا تو کیا زمین چیر کر رویت ہوئی۔ جدالستار میں جس فتویٰ پر بحث کی گئی ہے، وہاں بھی یہی حال تھا کہ دن تو متعین تھا، لیکن تاریخ مختلف فیہ تھی، کچھ لوگ ۲۹ اور کچھ لوگ ۲۸ کہتے تھے، اس لئے رویت ہلال کے استحالة پر دلیل لانے کیلئے تقویم کی بحث لانی پڑی، تاکہ فریق ثانی پر حجت قائم ہو سکے۔

یہاں بطور معارضہ کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ”چاند

جہاں غروب ہو جاتا، مثلاً مقامات شرقیہ میں وہاں ۲۹ کو نہیں، بلکہ ۳۰ کو نظر آتا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ۲۸/۲۷ کو دنیا کی کسی جگہ سے چاند کیوں نظر نہیں آتا۔ تو فتویٰ کے حکم کے مطابق جواب یہ ہے کہ چوں کہ ان تاریخوں میں اگرچہ چاند فنا نہیں ہوتا، لیکن غروب آفتاب کے وقت، یا اس سے پہلے ہی غروب ہو جاتا ہے، اس لئے نظر نہیں آتا ہے، پھر آگے فتویٰ میں ارشاد ہے ”جہاں اگرچہ چاند دیکھنا شرط ہو تو ۲۸/۲۷ کو بھی نظر آسکتا ہے، تو کیا ۲۸/۲۷ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا؟“

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اب مزید غور فرمائیے کہ جب ۲۸/۲۷ کو قمر آفتاب کے ساتھ، یا اس سے پہلے ہی غروب کر چکا تو یہ صورت یقیناً اجتماع قمرین کی ہوگی، یا پھر قمر سورج سے پچھتم تھا، اسلئے حسب تمہید (۳) اور (۴) ہلالی حصہ نمودار نہیں ہو سکتا کہ اس کے لئے قمر کا سورج سے پورب ہونا ضروری ہے اور یہاں ایسا نہیں، تو پھر خواہ زمین سے مشاہدہ کرے، خواہ بلندی سے، ہلال کیسے نظر آسکتا ہے، بفرض محال و بطریق تنزل اگر کچھ بھی ہلالی صورت نمودار ہو بھی جائے تو بلندی سے دیکھنے میں وہ حصہ بھی معدوم ہو جائے گا (کما مر سابقاً) اور ساتھ ہی جب قمر سورج سے پچھتم ہوگا تو اونچائی سے قمر کو دیکھنے کی صورت میں آفتابی شعاعیں ضرور حائل ہوں گی، کہ سورج چاند سے پورب ہے۔ کیوں کہ بلندی سے اگر ڈوبا ہوا چاند نظر آسکتا ہے تو سورج جو چاند سے پورب ہے وہ پہلے نگاہ کے سامنے آئے گا، اور صورت اجتماع میں چوں کہ دونوں ساتھ ساتھ ہیں اس لئے چاند کی طرف نظر کرنے میں سورج کی شعاعوں کا حائل ہونا بدیہی ہے، اس لئے ہلال تو کیا، چاند بھی نظر نہیں آئے گا۔

چنانچہ جب ۲۸/۲۷ تاریخ کو رویت کی کوئی صورت ہی نہیں تو پھر یہ تضریح کیوں کر درست ہوگی کہ ۲۸/۲۷ کو بھی نظر آسکتا ہے تو کیا ۲۸/۲۷ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا۔

غروب ہوتا، فنا نہیں ہوتا، اس لئے کہیں ۲۹ اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے اور کوہ ہمالہ کی چوٹی پر یہ سوچ کر اگر چاند دیکھنا شرط ہو تو ۲۸/۲۷ کو بھی نظر آسکتا ہے، (جب کہ ہوائی جہاز ۲ اور ۲۲-۱ میل ہی اوپر اڑتا ہے اور کوہ ہمالہ کی چوٹی ۵ میل اوپر ہے) تو کیا ۲۸/۲۷ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا اور نہ ہی کوئی عاقل اس کا اعتبار کرے گا۔“

صحت انتساب کے قائلین پر اس معارضہ کا بھی جواب دینا بہت ضروری ہے۔ ودونہ خراط القناد۔ فکر و فن ہیئت و زیجات کے جتنے مباحث پیش کئے گئے ہیں اگر ان سے صرف نظر کر کے صرف فتویٰ کی عبارت پر بھی غور کیا جائے تو اس میں متضاد امور مذکور ہونے کی وجہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ فتویٰ سرکار حضور مفتی اعظم ہند کا نہیں ہو سکتا، ہرگز نہیں ہو سکتا، اس بات کو سمجھنے کے لئے چند امور ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

(۱) زیر بحث فتویٰ میں جہاں چاند نظر آنے، یا نہ آنے کی بات ہے وہاں چاند سے مراد اس کا ہلالی حصہ ہے۔ (۲) یہ ہلالی حصہ جو شرعاً معتبر ہے وہ چاند کے نصف اسفل ہی میں ہوتا ہے، جس کی رویت پر حکم شرع ہوتا ہے، امام احمد رضا کا فرمان ماسبق میں گذرا ”قمر کا غروب مرکزی“ جس کا غروب میں اعتبار ہے، اس لئے کہ یہ چاند کے نصف اسفل ہی میں ہوتا ہے۔ (۳) یہ ہلالی حصہ اسی وقت نمودار ہو سکتا ہے، جب کہ سورج غروب ہو جائے، ورنہ بین الناظر والقمر شعاع شمسی کے جیلولہ کی وجہ سے چاند کا نمودار ہونا محال ہے (۴) اور بوقت غروب آفتاب قمر سورج سے پورب تقریباً دس درجہ سے زیادہ افق کے اوپر ہو اور سورج قمر سے اتنی ہی دوری پر پچھتم زیر افق ہو (کما مر مراراً) اس تمہید کے بعد غور کیجئے اور زیر بحث فتویٰ کی تحلیل فرمائیے۔ فتویٰ میں درج ہے ”چاند غروب ہوتا، فنا نہیں ہوتا، اس لئے کہیں ۲۹ اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے“ یعنی جہاں بوقت غروب آفتاب چاند افق پر علی حد رویت ہوتا اور غروب نہیں ہوتا، مثلاً مقامات غربیہ میں وہاں ۲۹ کو نظر آ جاتا ہے اور

الغرض فتویٰ کی عبارت متضاد باتوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بدیہی البطلان ہے، ہاں اگر فتویٰ میں بجائے غروب کے یہ عبارت ہوتی کہ ”چاند فنا نہیں ہوتا بلکہ چھپ جاتا ہے جیسے اماؤس کے زمانہ میں ہوتا، اس لئے وہ کہیں ۲۹ کو نظر آتا اور کہیں نظر نہیں آتا اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو ۲۸/۲ کو بھی نظر آسکتا ہے“ تو عبارت جامع اور مختصر ہو جاتی، اگرچہ یہ بات بھی فی نفسہ صحیح نہیں، لیکن صورت قابل قبول معلوم ہوتی، ترکنا تفصیلہ للاختیار، کاش کوئی بتا دے کہ پاکستانی واقعہ کس سال اور کس ماہ قمری میں واقع ہوا تھا تو میں تقویمات استخراج کر کے مزید ثابت کر دیتا کہ یہ محض کہانی ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

یہی نہیں بلکہ اس فتویٰ میں اس کے علاوہ ایک بڑی قباحت اور ہے، جس کی وجہ سے اس کا انتساب قطعاً حضور مہدی اعظم ہند کی طرف درست نہیں، اس کے لئے ایک تمہید کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح آفتاب فلک کی گردش کی وجہ سے طلوع غروب تک فلک کے نصف فوقانی میں رہتا ہے، اسی طرح قمر بھی طلوع سے غروب تک فلک کے نصف فوقانی میں رہتا ہے، اس نصف فوقانی میں جب تک قمر رہتا ہے وہ نظر آسکتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ بعض حالات میں، مثلاً اماؤس میں، یا قرب شمس کے وقت وہ نظر نہیں آسکتا ہے، اور کامل بدر اور کامل گہن کے علاوہ تمام اوضاع میں قمر پر دائرہ رویہ اور دائرہ نور کا تقاطع ہوتا ہے۔ لیکن ہلال نہ ہر تقاطع کے حصہ کو کہتے ہیں اور نہ ہلال کی رویت (جس پر ۲۹ کے مہینہ کا شرعاً حکم ہوتا) ہر دن ہوتی، ہر دن جو تقاطع نظر آتا ہے، یا آسکتا ہے، وہ ہلال کے علاوہ دوسری وضع ہے، جسے ہم چاند ہی کہتے ہیں، ورنہ پھر پورے مہینہ کے کسی بھی دن مثلاً ۶/۷/۸/۹ وغیرہ کو بھی رویت ہلال مان کر شرعاً ایک مہینہ کے اختتام اور دوسرے مہینہ کی ابتدا کا حکم دیا جانا صحیح ہو جائے گا، یہاں چوں کہ بحث اس ہلال کی ہے جس پر ایک مہینہ کے اختتام اور دوسرے مہینہ کی ابتدا کا مدار ہے۔ یعنی ۲۹

ویں کے ہلال کی، رہا ۳۰ تاریخ تو اس میں ہلال نظر آئے، نہ آئے، اس پر ۳۰ کا مدار نہیں۔ اس لئے ہلال عند الشرع قمر کے اس حصہ تقاطع کا نام ہے، جو اماؤس کے بعد ۲۹ کی شام کو بعد غروب آفتاب افق غربی پر نظر آنے کے قابل ہوتا ہے، امام احمد رضا کی ”تعلیقات علی الزیج الابلخانی“ میں معرفت وقت رویت الهلال کے تحت ہے ”والذی ہو مستعمل فی اکثر الأوقات ان اليوم التاسع و العشرین ماضیا ای من الاجتماع فی وقت غروب الشمس نستخرج فیہ تقویم النبیین“ الخ، ص ۱۲۵۔

امام احمد رضا ”بہادر خانی“ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں ”در الاستن رویت الہ روز بست و نهم از ماہ عربی تقویم آفتاب و ماہ“ الخ، ص ۱۵۷۔

اس تمہید کے بعد ذرا فتویٰ کے الفاظ کو ملاحظہ کریں ”اور ہوائی جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو بلندی پر جانے پر ۲۸/۲ کو بھی نظر آسکتا ہے، تو کیا ۲۸/۲ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا“ استفہام انگاری بتاتا ہے کہ حکم نہیں دیا جائے گا، اس استدلال کا مطلب یہ ہے کہ ”بذریعہ ہوائی جہاز اگر چاند نظر آئے تو لازم آئے گا کہ ۲۸/۲ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے، مگر ۲۸/۲ کو چاند کا حکم دینا باطل۔ اس لئے بذریعہ ہوائی جہاز چاند دیکھنا باطل“۔ مگر افسوس کہ فتویٰ نگار نے یہ غور نہیں کیا کہ ان تاریخوں میں (بفرض محال) اگر نظر آسکتا ہے تو چاند نظر آسکتا ہے، ہلال نہیں، اس لئے کہ ہلال تو وہ حصہ تقاطع ہے، جو ۲۹ کی شام کو بوقت غروب شمس افق غربی پر نظر آنے کے قابل ہوتا، مہینہ کے آغاز ہونے کے بعد سے ۲۸ تاریخ بلکہ ۲۹ تاریخ کی صبح تک جو نظر آتا، یا آسکتا ہے وہ ہلالی بھی نہیں ہے، وہ تو محض چاند ہے، جس پر حکم شرع نہیں ہوتا، یعنی یہاں مقدم و تالی میں علاقہ لزوم ہی نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہو کہ لازم آتا ہے ۲۸/۲ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے۔ اس صورت میں حکم نہ دینے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ جہاز سے

بلندی پر جا کر چاند دیکھا گیا، بلکہ حکم نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ (بفرض محال) اگر ۲۷/۲۸ کو بلندی پر جانے سے نظر آیا تو وہ چاند نظر آیا، ہلال نظر نہیں آیا، اور حکم شرع چاند دیکھنے پر نہیں ہوتا، بلکہ رویت ہلال پر ہوتا ہے۔ یہاں ۲۷/۲۸ کو رویت ہلال ہی نہیں ہوتی، بلکہ دراصل چاند دیکھا گیا، الغرض استدلال میں جو لازم ہے وہ مدار حکم نہیں اور جو مدار حکم ہے وہ لازم نہیں، اس لئے ۲۷/۲۸ کو چاند کا حکم نہیں دیا جائے گا، ورنہ اگر کوئی سطح ارض سے کسی بھی تاریخ کو مثلاً ۲۶/۲۷ کو چاند دیکھے تو کیا چاند کا حکم دیا جائے گا، ہرگز نہیں، اس لئے کہ ۲۶/۲۷ کو جو دیکھا گیا وہ چاند تھا اور حکم شرع چاند دیکھنے پر نہیں، بلکہ رویت ہلال پر ہوتا ہے۔

اس لئے اگر ۲۷/۲۸ کو چاند کا حکم نہ دیا جائے تو اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ ۲۹ کو بھی حکم نہ دیا جائے، اس لئے کہ ۲۹ کو خواہ زمین سے ہو، یا ہوائی جہاز سے، بہر حال ہلال دیکھا گیا ہے اور ۲۷/۲۸ کو ہلال نہیں بلکہ چاند ہلال کے علاوہ دوسری وضع میں دیکھا گیا ہے اس لئے دونوں کے حکم میں کوئی علاقہ لزوم نہیں ہے۔ فافترقا۔

ان باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فتویٰ نگار ہلال اور چاند کے مابین فرق نہیں جانتے اور نہ ہلال کے دیکھنے کی تاریخ اور نہ اس کی رویت کے وقت سے واقف ہے۔

اس قسم کی بے ربط اور بے سروپا باتیں حضور مفتی اعظم ہند کی طرف منسوب کرنے والے حضرات پر یہ ضروری ہے کہ اس فتویٰ سے متعلق زیجات، فرمان امام احمد رضا اور معارضات جو کچھ پیش کئے گئے، جب تک ان سب کی صفائی وہ لوگ نہیں پیش کرتے، ہم اپنے موقف پر برقرار ہیں۔

میرا مطبوعہ سابق مضمون اور یہ پیش نگاہ مضمون، دونوں کو پڑھئے تو معلوم ہو جائے گا کہ زیر بحث فتویٰ اور پاکستانی واقعہ فکر و فن اور اعلیٰ حضرت کے کلام سے متعارض ہیں، اس لئے اب (۱) یہ صورت کہ دونوں میں سے زیر بحث فتویٰ صحیح، امام احمد

رضا کا قول غلط ہے (۲) امام احمد رضا کا قول صحیح، زیر بحث فتویٰ غلط ہے (۳) زیر بحث فتویٰ کا انتساب غلط ہے، امام کا قول صحیح ہے (۴) نہیں نہیں دونوں صحیح ہے، رفع تعارض صورت ہے۔ ہم نے تیسری صورت اختیار کر لی ہے، اگر کوئی اس کے علاوہ کوئی صورت اختیار کرتا ہے تو اس کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے قول کی توجیہ کرے۔

زیر بحث فتویٰ میں مذکورہ بالا قباحتوں کے علاوہ ایک بہت بڑی قباحت یہ بھی ہے کہ ۲۸ کو تو اجتماع کی وجہ سے رویت ہلال محال ہے، ۲۷ میں آفتاب کے غروب سے تقریباً ۲۸ منٹ پہلے ہی چاند ڈوب جاتا ہے، امام احمد رضا نے وفات شریف کے موقع پر جزئیات موارہ کی جدول جب استخراج فرمایا تو وہاں بھی انہوں نے فرمایا کہ ۲۷ کو عصر کے مستحب وقت ہی میں چاند ڈوب گیا تھا۔ بہر حال چاند ۲۷ کو بوقت غروب آفتاب سے ۱۲ درجہ مزید نیچے ہوتا ہے جو ۲۸ کو حالت اجتماع میں آجاتا اور پھر ۲۹ کو قابل رویت ہوتا، اس لئے ۲۷ کو چاند تک نگاہ پہنچنے کے لئے علم مثلث کی روشنی میں سطح ارض سے ۸۵/۸۰ میل کی بلندی پر جانا ہوگا، اس کے لئے ہلکا سا اشارہ کرنے کے لئے ایک شکل پیش کی جاتی ہے، بغور توجہ فرمائیں۔

۱:- سب سے چھوٹا دائرہ کرہ الارض اس کے اوپر کرہ البخار اور بڑا دائرہ فلک القمر ہے۔

مقررات

ج، ا، خط افق غربی اور ج، ب، مرکز عالم سے ۲۷/۲۸ کی دوری دو لاکھ چالیس ہزار میل، د، ب، وہ خط جو بلندی چوں سے سطح ارض کو مس کرتا ہو چاند تک پہنچتا ہے۔ ج، د، مرکز عالم سے نقطہ مماس تک جانے والا نصف قطر ارض چار ہزار میل اور ج، د، مرکز عالم سے جانب سمت الراس میں اس بلندی کی دوری جہاں سے چاند کو دیکھا جاسکتا ہے، د، د، سطح ارض سے جہاں سطح کی بلندی، ہمیں اسی دوری کو معلوم کرنا ہے۔

علامہ شیرازی نے تحفہ میں لکھا ہے ”ان كرة الهواء تنقسم الى قسمين أحدهما الهواء اللطيف الصافي من الأبخرة و الأدخنة المتصاعدة من كرتي الارض و الماء و ثانيها الهواء الكثيف المخلوط بالابخرة و شكل هذا الهواء كرة مركزها مركز العالم و يسمى كرة البخار و عالم النسيم یعنی مهب الرياح لأن ما فوقها من الهواء الصافي ساكن و كرة الليل و النهار، اذ هي القابلة للنور و الظلمة دون ما فوقها، بحوالہ حاشیہ تصریح، ص ۵۴ اور تصریح کی عبارت ہے، حتی يرى الشعاع المحيط به“ پر حاشیہ میں ہے و كان الهواء المستضيء بضياء الشمس. لكثافة الحاصلة بسبب المجاورة للارض و الماء یعنی الهواء المستضيء من كرة البخار فان الهواء الذي فوقها لا تقبل الاستضاءة للطفاة الخ۔ ص ۶۸۔ اور حاشیہ شرح چغمنی میں ہے ان ثخن كرة البخار أحد و خمسون ميلا و تسع و خمسون دقيقة الخ۔ ص ۲۱۔

اور جب حال یہ ہے کہ لیل و نہار کا تھق صرف ۵۲ میل اوپر ہی تک ہے، اسکے اوپر فقط تصور ہے، تو کیا پاکستان کے لوگوں نے عالم لیل و نہار سے بھی ۳۰ میل اوپر جا کر ۲۷۷ کا چاند دیکھا تھا اور ساتھ ہی قارئین کرام کو معلوم ہے کہ ہمالہ کی چوٹی تقریباً ۵ میل اونچی ہے، اس ۵ میل کی اونچائی پر اتنی برف باری اور ٹھنڈک ہوتی ہے کہ بلا کسی تھپی سامان کے کوہ پیادہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتا، تو ذرا غور فرمائیے کہ کوہ ہمالہ کی چوٹی سے ۱۷۷ میل اونچائی پر کیا حال ہوگا؟ یہ تو پاکستانیوں پر تبصرہ تھا، اب اصل فتویٰ کو ملاحظہ کریں کہ اول تو عام ہوائی جہاز کی پرواز عموماً زیادہ سے زیادہ ۲۲، ۲۱-۱ میل کے اندر ہی ہوتی، اور ۲۷۷ تاریخ کو رویت کے لئے ۸۲ میل کی بلندی پر جانا ہوگا، جو غیر ممکن ہے اور اگر وہاں پہنچ بھی جائے تو جس طرح چاند سامنے ہو جائے گا، اسی طرح سورج بھی سامنے آجائے گا، کہ وہ چاند سے ۱۲ درجہ پورب ہے، اس لئے آفتابی شعاعوں کی صولت

یہاں مقصد حاصل کرنے کے لئے دو مثلث کا حل کرنا ضروری ہے، پہلا مثلث ج، و، ب، اور دوسرا مثلث۔ ج، و، ب۔ دائرہ کا نصف قطر جب دائرہ کو مس کرنے والے خط کے نقطہ تماس تک پہنچتا ہے، تو وہاں اپنے دونوں پہلو پر وہ زاویہ قائمہ بناتا ہے، اس لئے مثلث۔ ج، و، ب، کے تینوں خطوط بمشکل عروسی معلوم ہو جائیں گے، اور تینوں ضلع معلوم ہو تو پورا مثلث حل ہو گیا۔ اور زاویہ۔ ج، و، ب معلوم ہو گیا، اور چونکہ ہم کو پہلے ہی سے معلوم ہے کہ زاویہ، ج، و، ب چاند کے ۱۲ درجہ افق کے نیچے پہنچنے کی وجہ سے ۱۰۲ درجہ ہے، اس لئے زاویہ۔ ج، و، ب، کو جب ہم ان سے تفریق کر لیں گے تو باقی زاویہ۔ ج، و، ب ۱۲ درجہ باقی رہ گیا، اس لئے دوسرے مثلث کا زاویہ۔ ج، و، ب ۱۲ درجہ معلوم اور زاویہ۔ ج، و، ب، بوجہ نقطہ تماس ۹۰ درجہ معلوم، اس لئے زاویہ۔ ج، و، ب، ۷۸ درجہ معلوم اور اس کے اتنے حصہ معلوم تو اب مجھے۔ ج، و، ب معلوم کرنا کو درج ذیل ضابطہ سے سہل ہو گیا۔

$$\frac{a}{\sin A} = \frac{b}{\sin B} = \frac{c}{\sin C}$$

امام احمد رضا نے اسی ضابطہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے ”در مثلث سطح مستوی است کہ آن جانبت جیب ہر زاویہ بوتر خویش چوں نسبت جیب زاویہ دیگر بوتر آن است“ المعنی المجلی للمعنی المظلی، ص ۴۔ اس لئے ارجحہ مناسبہ یوں قائم ہو گیا۔

۱: ۶۹۸: ۶ ج مجہول: ۳۰۰۰ چار ہزار، جس کا نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ج = ۸۲ = ۳۰۸۲ میل ہے اور ج = ۸۲ میل ہے۔ چوں کہ حساب میں اعشاریہ سے صرف نظر کیا گیا ہے، اس لئے تقریبی جواب یہ ہوا کہ یہ بلندی تقریباً ۸۰/۸۵ میل ہے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں ”زمین کی ہر طرف کرۂ بخار ہے، جسے عالم نسیم و عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں اور یہ ہر طرف سطح زمین سے ۳۵ میل یا قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے“ فتاویٰ رضویہ جلد دوم، ص ۲۵۹۔

سے چاند کا نظر آنا محال۔ اور اگر بغرض محال نظر آ بھی جائے تو وہ چاند ہوگا، ہلال ہو ہی نہیں سکتا کہ ہلال تو وہ ہے جو بوقت غروب آفتاب ۲۹ کی شام کو افق غربی پر نظر آئے، کما مر منہ۔ یعنی سورج چاند سے پہچم ہو اور یہاں ۲۷ کو خود چاند سورج سے پہچم ہے، اس لئے ہلال کے نظر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ شروع سے اخیر تک میرا یہ مقالہ پڑھئے اور بار بار پڑھئے تو یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ فتویٰ نگار زیجات کے حسابات سے بے خبر تھے۔ فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم تک اس کی نگاہ نہیں پہنچی۔ جد المتار کی عبارت سے وہ غافل تھے۔ فتویٰ نگار وضع ہلالی اور غیر ہلالی کا فرق نہیں جانتے، وہ کسی بھی تاریخ کے حصہ تقاطع کو ہلال سمجھتے تھے، ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ۲۸ کو اجتماع ہوتا ہے، اسے یہ پتہ نہیں تھا کہ ۲۷ کو چاند دیکھنے کے لئے کتنی بلندی پر جانا ہوگا، نہ ان کی یہ خبر تھی کہ عالم لیل و نهار کی اونچائی کتنی ہے۔ نہ اس کو یہ خبر تھی کہ ۲۷ کو چاند دیکھنے کے لئے عالم لیل و نهار سے نکل کر دوسرے عالم میں پہنچ کر کرۂ زمیں پر سے گذر کر دوسرے طبقہ میں پہنچ جانا پڑے گا، جہاں انسان تو کیا، خود ہوائی جہاز بھی ایک منجمد ڈھانچہ میں بدل جائے گا، ان کو یہ پتہ نہیں تھا کہ کوہ ہمالہ کی چوٹی، جو تقریباً ۱۵ میل بلندی پر ہے، وہاں جب غضب ناک جان لیوا جھکڑ چلتا ہے، تو پھر ۸۲ میل کی اونچائی پر کیا حشر ہوگا، فتویٰ نگار کو یہ پتہ نہیں تھا کہ اگر اتنی بلندی پر افق کے نیچے مجھے چاند نظر آ سکتا ہے تو افق کے نیچے غائب ہونے والا سورج بھی نظر کے سامنے آجائے گا اور آفتابی شعاعوں کی صولت میں چاند کا دیکھنا محال ہو جائے گا، ان کو یہ خبر نہیں تھی کہ ۲۹ تاریخ کو بوقت غروب آفتاب افق غربی پر نظر آنے کے قابل تقاطع کو ہلال کہا جاتا ہے، جس پر امور شرمیہ کا حکم ہوتا ہے، ۲۷/۲۸ تاریخ میں جو تقاطع ہوتا ہے، اگر بغرض محال نظر آجائے تو وہ نہ ہلال ہے اور نہ اس پر حکم شرع کا مدار ہے۔ اس لئے فتویٰ میں یہ کہنا کہ ”جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو ۲۷/۲۸ کو بھی نظر آ سکتا ہے، تو کیا ۲۷/۲۸ کو بھی

چاند دیکھنے کا حکم دیا جائے گا“ سراسر بے محل اور لغویات ہے، اس لئے کوئی اس فتویٰ کو مفتی اعظم ہند کی نگارش سمجھتا ہے تو سمجھ کرے، لیکن بندہ ناچیز یہ کہتا رہے گا کہ کسی شاطر اور زیرک آدمی نے اسے اختراع کر کے پھیلایا ہے۔ العیاذ باللہ۔

سمت کر رہ گیا قطرے میں پھر بھی

جو بحر بیکراں تھا دل میں میرے

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ فتویٰ میں حکم دیا گیا کہ چاند سطح زمین، یا ایسی جگہ جو زمین سے ملی ہوئی ہو، وہاں سے دیکھا جائے، ہوائی جہاز سے بلندی پر سے چاند دیکھنا شرعاً غیر معتبر ہے، فتویٰ کا یہ عربی حکم بھی ذہن و فکر میں ہیجان پیدا کرتا ہے کہ جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ جس طرح پانی ایک جسم اور عنصر ہے، اسی طرح ہوا بھی ایک جسم اور عنصر ہے اور جس طرح پانی زمین سے ملا ہوا ہے، اسی طرح ہوا بھی زمین سے ملی ہوئی ہے اور جس طرح پانی رطب ہے، اسی طرح ہوا بھی رطب ہے، جس طرح پانی انسانی بوجھ کو نہیں سہا سکتا، اسی طرح ہوا بھی انسانی بوجھ کو نہیں سہا سکتی، جس طرح بذریعہ واسطہ یعنی ذخانی جہاز پر بیٹھ کر بحری سفر کیا جاتا، اسی طرح بذریعہ واسطہ یعنی ہوائی جہاز پر بیٹھ کر فضائی سفر کیا جاتا تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سمندر میں ذخانی جہاز پر بیٹھ کر اگر رویت ہلال ہو تو معتبر ہے اور فضا میں ہوائی جہاز پر بیٹھ کر رویت ہر تو غیر معتبر۔ جب کہ جس طرح پانی زمین سے ملا ہوا ہے، اسی طرح ہوا بھی زمین سے ملی ہوئی ہے۔ اس لئے فتویٰ میں جو ضابطہ بیان کیا گیا کہ ”چاند ایسی جگہ سے دیکھنا چاہئے جو زمین سے ملی ہوئی ہو“ یہ بات دونوں جگہ، یا سمندر اور فضا میں کیوں مؤثر نہیں، چاند دیکھنا عبادت مقصودہ نہیں کہ اسے امر تعبدی کہہ کر سوال کو ٹال دیا جائے، یا ردی کے کھاتے میں ڈال دیا جائے، بلکہ جو حضرات اس فتویٰ کے انتساب کو حق ماننے کے دعویدار ہیں، ان کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ماخذ اور جزئیہ پیش کریں اور ساتھ ہی دونوں کے مابین وجہ فرق بیان کر کے دونہ خرط الفتاد۔

یاد رہے کہ مفتی اعظم ہند بغیر کسی سند، یا بغیر کسی ماخذ کے ایسا کبھی بھی نہیں فرما سکتے ہیں، ساتھ اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اگر پانچ میل اوپر یعنی کوہ ہمالہ کی چوٹی سے روایت ہلال معتبر مانا جائے گا، لیکن اگر دس بیس پچاس فٹ اوپر فضا میں پہلی کا پڑ روک کر رویت ہلال حاصل ہو تو یہ رویت معتبر نہیں۔ ان دونوں صورتوں کے مابین عقلی، یا نقلی توجیہ کرنا ضروری ہے، جس سے فرق واضح ہو جائے۔

عالی جناب ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی اپنے ایک مقالہ میں رقم طراز ہیں کہ سب سے پہلے اس فتویٰ کو ہم نے ہندوستان میں پیش کیا، اس کے بعد دوسرے لوگ اپنی تحریروں، یا تقریروں میں پیش کرتے رہے، اس سے ظاہر ہے کہ یہ بات اس کو ظاہر کرتی ہے کہ زیر بحث فتویٰ کی روایت خبر واحد کی سی ہے، اور جب یہ زیر بحث فتویٰ اس قدر نظری ہے تو خبر واحد کی بنیاد پر اس کی ایسی تشییر قطعاً علم و فضل والے لوگوں کے لئے زیب نہیں دیتی۔ بلکہ خبر واحد پر اعتماد کرنے کے جتنے مقصدیات ہیں، سب کو پورا کرنا ضروری ہے۔

وہ حضرات جو فقط انتساب کے انکار پر ہم اتنا برہم ہیں، ان کو چاہئے کہ ماضی کی اس روایت کے متعلق بھی غور کریں کہ سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم ہند نے لاؤڈا سپیکر سے متعلق اپنا فتویٰ صادر کیا اور وقت کی عظیم ہستیاں مثلاً حضرت شاہ اجمل صاحب، شیر پیشہ اہل سنت، حضرت برہان اللہ حضرت محدث اعظم ہند اس کے علاوہ صدر العلماء، سید العلماء، شمس العلماء اور دیگر بلند شخصیتوں نے اس فتویٰ کی تائید اور تصدیق فرمائیں۔

لیکن سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم ہند کی حیات مقدسہ ہی میں ایک ٹولی نے ”منظر اسلام“ کی چار دیواری میں بیٹھ کر اس کا رد کیا اور معاذ اللہ استہزا بھی اڑایا، لیکن لوگ سنتے رہے اور تماشا کی بن کر خاموش بیٹھے رہے اور آج ہم نے علم و فن اور امام احمد رضا کے فرمان کی وجہ سے فقط انتساب کا انکار کیا تو ہم کو بغاوت کا تمغہ دیا جا رہا ہے، جب کہ میرے مضمون کے آخر میں یہ بھی مذکور

ہے کہ اس فتویٰ کے بارے میں جو کچھ عرض کیا ہے، وہ سب اپنی فہم ناقص کے مطابق شبہات عرض کئے ہیں، اگر کوئی صاحب تحقیق تلاش و جستجو کر کے ہمارے شبہات کو دور فرمادیں تو میں ان کا بے حد ممنون ہوں گا۔

بفرض غلط اگر اس فتویٰ کا انتساب سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم ہند کی طرف دلائل و براہین سے ثابت ہو جائے تو بہر حال یہ بات یقیناً غلط ہوگی کہ آئندہ ماہ پاکستان میں ہوائی جہاز سے جب بلندی پر گیا تو ۲ اور اسی طرح سے ۲۸ کو بھی چاند نظر آیا۔ رہی یہ بات کہ انتساب کی حقیقت پر میرا موقف کیا ہوگا، تو اس کا فقط ایک ہی جواب ہے کہ میرا یہ تطفل ہوگا، جس طرح ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد کے متعلق غالباً شامی نے یہ فرمایا کہ ”وہاں عشاء کا وقت نہیں ہوتا اور وجہ یہ بتائی کہ چوں کہ وہاں رات صرف تین ہی گھنٹے کی ہوتی ہے، ڈیڑھ گھنٹہ وقت مغرب اور ڈیڑھ گھنٹہ فجر میں تمام ہو جاتا ہے، اس لئے عشاء کا وقت ہوتا ہی نہیں۔“ لیکن امام احمد رضا نے ہیئت کی رو سے حساب کر کے بتایا کہ نہیں ایسا نہیں، وہاں آٹھ گھنٹہ تک کی رات ہے، رہا عشاء کا وقت وہاں کیوں نہیں ہوتا؟ تو وہ اس لئے کہ آفتاب وہاں کے افق سے اٹھارہ درجہ سے زیادہ نیچے جاتا نہیں۔ اسی طرح امام احمد رضا نے تطفل کہہ کر بہت سے متقدمین کی عبارت میں اپنا موقف ظاہر فرمادیا، اگر ایسا کرنا، جیسے امام نے تطفل فرمایا ہے یہ بغاوت ہے تو معاذ اللہ لازم آئے گا امام احمد رضا نے اپنے اسلاف اور متقدمین سے بہت سی بغاوتیں کی ہیں، العباد باللہ۔

مضمون کو ختم کرتے ہوئے اخیر میں، میں ان باتوں کو پیش کرنے جا رہا ہوں، جس کا اظہار قطعاً نامناسب ہے لیکن حالات کے پیش نظر ان کا اظہار بھی ضروری ہے۔

(۱) جب مفتی افضل حسین اور ان کے ہم نواؤں نے لاؤڈا سپیکر سے متعلق مفتی اعظم کے فتویٰ کا رد کیا تو اولاً اس بندہ ناچیز نے مفتی اعظم ہند کے موقف کی وضاحت کر کے مفتی افضل حسین وغیرہ کا رد کیا، جسے آج بھی ”قول فیصل“ نامی

کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔

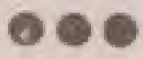
(۲) امام احمد رضا اور الجبر والبقابلہ (۳) امام احمد رضا اور علم جفر (۴) امام احمد رضا کی علم ہندسہ پر نقد و نظر (۵) امام احمد رضا اور علم المساحۃ (۶) امام احمد رضا اور علم التفسیر (۷) امام احمد رضا اور علم لوکارثم (۸) امام احمد رضا اور علم مثلث سطح (۹) امام احمد رضا اور مثلث کروی (۱۰) امام احمد رضا اور ربح مجیب (۱۱) امام احمد رضا اور اسطرلاب (۱۲) امام احمد رضا اور خلائیاتی (۱۳) امریکی سمت قبلہ کی بحث میں ہم نے بھی امام احمد رضا کی تصنیف ”کشف العلم عن سمت القبلة“ کا مقام لوگوں کے سامنے پیش کیا (۱۴) مفتی اعظم ہند باعتبار شیخ طریقت آج بھی لوگ بار بار مطالعہ کرتے ہیں (۱۵) ٹی وی کی تحقیق سے بریلی شریف کے دارالافتاء کی حیثیت ہم نے ہی واضح کی ہے (۱۶) مدنی میاں کے شبہات کا ازالہ لکھ کر ہم نے لوگوں کی غلط فہمیاں دور کیں جو آج نوشاد خفی کے نام سے شائع ہو چکی ہے (۱۷) تصویر سے متعلق مفتی اعظم کے فتویٰ کے خلاف لکھنے والوں کی زبانیں ہم نے بند کیں، اس کے علاوہ دیگر مضامین بھی لکھے، پھر بھی ہم سے گلہ ہے کہ ہم وقار نہیں۔

رائیگاں کیجئے آپ میری وفا، میرا کیا ہو گا اٹھ کر چلا جاؤں گا
کل کہیں آپ کو پھر نہ کہن پڑے اک جہیں چاہئے سنگ در کیلئے

ان مضامین میں فقط ہم نے یہ نہیں لکھا کہ امام احمد رضا ان علوم و فنون میں ماہر تھے، بلکہ ان کی مہارت کی مثال پیش کر کے نہایت ہی واضح انداز میں اس کی تشریح کی ہے، اہل علم جان سکتے ہیں کہ اس میں مجھے کتنی محنت اٹھانی اور عرق ریزی کرنی پڑی ہوگی، کیا یہ سب کارنامے کو پیش کرنا ایک باغی کا کام ہے، یا وفادار غلام کا، ہم اہل علم کی عدالت سے فیصلہ چاہتے ہیں۔

آج ہندوستان میں فتاویٰ رضویہ سے متعلق پروفیسر پتھانند کے نام کے ساتھ بطور استفسار ایک سوال نامہ گردش کر رہا ہے، لیکن اپنی جماعت کے وہ لوگ جو خانوادہ رضویہ کے سچا، ہمدرد اور وفادار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اس سوال نامہ کو چھوتے بھی نہیں، حالانکہ پروفیسر پتھانند کوئی اعتراض نہیں، بلکہ فقط تفہیم و افہام کے طالب ہیں، آخر ایسا کیوں؟ یہ سوال نامہ

میرے پاس بھی آیا ہوا ہے اور ہم اس کے حل کے لئے مواد کی فراہمی میں لگے ہوئے تھے کہ اچانک مجھے بغاوت کا تمغہ دیا گیا اس لئے مجبوراً مجھے اس میدان سے ہٹ جانا پڑا، اے کاش حوصلہ افزائی کے چند الفاظ سے ہی سہی میرے احباب مجھے نوازتے۔ اسی طرح وہ پاکستانی علماء جو اعلیٰ حضرت پر کام کرتے اور کراتے ہیں، جب ”اعالی العطایا“ فی الاضلاع و الروایا کی طباعت فرمائی تو اس میں اعلیٰ حضرت کے آٹھ فارسی اشعار جو علم مثلث کردی کہ جملہ مسائل کو کامل طور پر محیط ہیں، علماء کے سامنے برائے حل پیش کر کے فرمایا ”جن کا عکس شائع کیا جا رہا ہے، ممکن ہے کوئی فن کا ماہر ان پر تحقیق کرنے اور انہیں اردو میں منتقل کر کے ارباب ذوق کو استفادہ کا موقع فراہم کر دے“ لیکن آج تک اعلیٰ حضرت کے وفاداروں کو ان کے حل کرنے کی توفیق نہیں ہوئی، اس بندہ ناچیز نے ان کے حل کرنے کے لئے مبادی و مواد فراہم کر لیا تھا، لیکن جب یہ سامنے آیا کہ مجھے بغاوت کے تمغہ سے نوازا گیا ہے تو پھر ہم نے تمام مبادی و مواد کو دریا برد کر دیا۔



حضرت مہی میاں نہیں رہے

انتہائی غم و اندوہ کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے چھوٹے داماد عالیجناب فضل الرحمن خان صاحب (عرف مہی میاں) ۱۰/ رجب الثانی ۱۴۲۰ھ بروز شنبہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا علیہ راجعون

مرحوم کی نماز جنازہ خانقاہ رضویہ بریلی شریف کی گلی میں دربار رضویت کے سامنے ادا کی گئی۔ بعد نماز ظہر شی قبرستان میں تدفین کا عمل انجام پذیر ہوا۔ مرحوم کے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ (صاحبزادی مفتی اعظم ہند) کے علاوہ تین صاحبزادے ضیاء الرحمن خان صاحب، مولانا جمال رضا خان صاحب اور نجم الرضا خاں نجمی اور ایک شادی شدہ صاحبزادی شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں قرب خاص سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

ماہنامہ کنز الایمان اور رضوی کتاب گھر کا سارا عملہ مرحوم کے پسماندگان کے اس صدمہ جانکاه میں برابر کا شریک ہے۔

۵۰۴

کنز الایمان

ماہنامہ

نومبر ۱۹۹۹ء

آستانہ غرہ نواز شریف

Rs.10

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

سودا غظم اہل سنت و جماعت کے مشاہیر علماء ہند مثلاً
شیخ عبد الحق محدث دہلوی
مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
علامہ عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی
شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی
شاہ احمد سعید مجددی رام پوری
علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی
علامہ عبدالحکیم فرنگی محلی لکھنوی
علامہ فضل رسول بدایونی
سید شاہ الی رسول احمدی مارہروی
مفتی ارشاد حسین رام پوری
مفتی غلام دیکھیر قصوری لاہوری
علامہ عبد القادر بدایونی
اور امام احمد رضا قادری
کے مسلک حق و صداقت کا نقیب و ترجمان
لور جادۂ عشق و عرفان کا ہادی و رہنما

جلد: ۲ نومبر ۱۹۹۹ء
رجب المرجب ۱۴۲۰ھ
شمارہ: ۱

چیف ایڈیٹر	—:—	لینین اختر مصباحی
ایڈیٹر	—:—	محمد قمر الدین رضوی
فیننگ ایڈیٹر	—:—	ساجد ہاشمی
سرکولیشن منیجر	—:—	محمد سعید انصاری، محمد ناصر انصاری
کمپوزنگ	—:—	رضوی کمپیوٹر پوائنٹ دہلی ۶
کمپیوٹر آپریٹر	—:—	مصلح الدین گورکھپوری
ترجمین کار	—:—	افضل حسین بستوی

پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر محمد قمر الدین رضوی نے ایم ایس پرنٹرس 1853، لال دروازہ، ہمدرد مارگ، دہلی 6 سے طبع کرا کے آفس ماہنامہ کنز الایمان، 423، متیا محل، جامع مسجد، دہلی-6 سے شائع کیا۔

ڈرافٹ پر صرف Kanzul Iman Monthly لکھیں

ماہنامہ کنز الایمان

۴۲۳- متیا محل، جامع مسجد دہلی ۶
فون اور فیکس: ۳۲۶۴۵۲۴

مراسلت و ترسیل ذر کا پتہ

Kanzul Iman Monthly
423, Matia Mahal, Jama Masjid,
Delhi-110006 (INDIA)
Ph. & Fax : 326 4524

ہمارا اشتراک میں ہمارا آفس

رضوی کتاب گھر: 114، غیبی نگر،
بھیونڈی-421302، ضلع تھانہ،
مدار اشتراک فون: 55389

فی شمارہ : ۱۰ روپے
سالانہ : ۱۰۰ روپے
غیر ممالک : ۲۵ امریکی ڈالر

اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کا زر تعاون ختم
ہو چکا ہے ازراہ کرم زر تعاون ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔



اَیْنَهُ کَنْزُ الْاِیْمَانِ

طیمن اختر مصباحی	۳
ساجد ہاشمی	۸
امام احمد رضا قاضی دہلوی ریسلم الدین مراد آبادی	۱۱
طیمن اختر مصباحی	۱۳
مفتی جلال الدین احمد امجدی	۱۵
قاضی عیاض مالکی اندلسی	۱۸
محمد شریف عارف نقشبندی	۲۳
شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۲۶
عبدالحکیم شرف قادری	۲۹
سید احمد سعید کاظمی	۳۴
آل مصطفیٰ مصباحی کشمیری	۳۸
محمد ابوالکلام احسن قادری	۴۴
سید نور محمد قادری	۴۶
حضور احمد منظری	۵۵
محمد نعیم الدین مصباحی	۵۶
ڈاکٹر احمد جمال انصاری	۵۸
ادارہ	۶۱

قبر حضرت آمنہ کی مسامری کے خلاف عالمی احتجاج
مرکز میں بھاجیا کے اقتدار کا گمان - کون ذمہ دار
اتوار قرآن
انوار حدیث
فقہی احکام و مسائل
سرور کائنات کی تعظیم و توقیر
سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی کے ارشادات
سلطان الهند خواجہ معین الدین چشتی
ترجمان قرآن! امام احمد رضا بریلوی
خبر و شر
۲۷/۲۸ تاریخ گوریت.....
اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات
مولانا سید سلیمان اشرف بہاری
تین پسندیدہ خصلتیں
اہتمام صلوٰۃ
طب و صحت - (برص) سفید داغ
کنز الایمان! قارئین کی نظر میں

۲۷/۲۸ تاریخ کو رویت ہلال کا مسئلہ

آل مصطفیٰ مصباحی کشمیری ☆

حقائق شرعیہ کے آئینے میں

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے مقرر سالہ ”ماہنامہ اشرفیہ“ بابت ستمبر ۱۹۹۸ھ اور ماہنامہ ”کنز الایمان“ دہلی شمارہ فروری و مارچ ۱۹۹۹ء میں ایک علمی و تحقیقی مضمون راقم الحروف کے پیش لفظ کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ جس کا عنوان تھا ”۲۷/۲۸ تاریخوں میں چاند کی رویت کا مسئلہ“ جس میں علم ہیئت و زیجات کی روشنی میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ ۲۷/۲۸ تاریخ کو چاند کی رویت ناممکن ہے۔ مضمون نگار ہیں خواجہ علم و فن علامہ خواجہ مظفر حسین صاحب مدظلہ۔ یہ مضمون ”ماہنامہ اشرفیہ“ کے توسط سے ملک و بیرون ملک کے ارباب علم و فن اور اصحاب فکر و نظر کے مطالعہ سے گزرا۔ مطالعہ کے بعد اس مضمون کے تعلق سے اہل علم کا تاثر کیا رہا؟ اس کا اندازہ آپ ان خطوط و مکاتبات سے لگا سکتے ہیں جو خواجہ علم و فن اور راقم السطور کو موصول ہوئے۔ مختلف مجلسوں میں عالموں، دانشوروں اور جدید علوم و فنون کے ماہرین و محققین نے اس تحقیق کو سراہا۔ خود وہ حضرات جو اپنی تقریروں میں زیر بحث مسئلہ کو بطور نمویہ فقہی ذکر کر چکے تھے۔ انہوں نے اسے کھلے دل سے قبول کیا اور اپنی مسرت کا اظہار بھی کیا۔ بعض اہل علم نے یہاں تک اعتراف کیا کہ:-

”اگر اس فرضی واقعہ پر انتساب کی جی ہوئی گرد و صاف نہ کی گئی ہوتی اور لوگ بلا تحقیق و ثبوت اس فتویٰ کا انتساب اس بطل جلیل کی طرف کرتے رہتے جسے دنیا حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے نام سے جانتی مانتی ہے۔ تو یقیناً ارباب علم و تحقیق خصوصاً عصری علوم و فنون کے ماہرین و محققین کی نظر میں سخت مضحکہ خیز بات ہوتی۔“

مختصر یہ کہ ارباب فکر و نظر کے نزدیک یہ تحقیق نہ صرف قابل تحسین ہوئی بلکہ انہوں نے اس تحقیق کو سراہا، مطمئن ہوئے اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ کسی بھی زندہ ضمیر اور صحت مند شعور رکھنے والے شخص کا یہ تاثر کسی خارجی دباؤ کے تحت نہیں بلکہ علمی دیانت، دینی حمیت، بالغ نظری اور حق پسندی کا رہن منت ہے۔

مسئلہ محوٹ عنہا میں چونکہ حق کا اظہار ہے اور اس کی پشت پر دلائل و براہین کی مہریں بھی ثبت ہیں۔ اس لئے ارباب علم و دانش نے اسے قبول فرمایا۔ اور اس کے خلاف واویلا مچانے کو علم و تحقیق سے بے خبری کا نتیجہ قرار دیا۔

آغاز گفتگو سے قبل مناسب ہے کہ قارئین کے ذہن میں زیر بحث مسئلہ کا اجمالی خاکہ پھر سے تازہ کر دیا جائے۔ مفروضہ واقعہ کی کہانی کچھ اس طرح ہے۔

”جنرل ایوب خان کے زمانہ میں حکومتی سطح پر ہلال کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ کمیٹی والے ۲۹ تاریخ کو ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھتے اور رویت کا اعلان کرتے۔ مختلف دارالافتاء نے اسی اعلان رویت کو شرعاً صحیح بتایا۔ لیکن جب یہ مسئلہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اسے غلط قرار دیا۔ اور اپنے فتویٰ میں ارشاد فرمایا“

”چاند کو سطح زمین یا ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہوئی ہو وہاں سے دیکھنا چاہئے۔ رہا جہاز سے چاند کا دیکھنا تو یہ غلط ہے کیونکہ چاند غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا..... اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو بلندی پر جانے کے بعد ۲۷/۲۸ تاریخ کو بھی نظر آسکتا ہے۔ ملخصاً“

بات یہیں تک ختم نہیں ہوتی۔ واقعہ کے ناقلین عملی اور مشاہداتی روایت کا قصہ بھی یوں بیان کرتے ہیں۔

”اگلے مہینے میں ۲۷/۲۸ اور ۲۸/۲۸ تاریخ کو حکومت کی جانب سے جہاز کے ذریعہ اس بات کی تصدیق کرائی گئی۔ تو بلندی پر پرواز کرنے پر چاند نظر آیا.....“ (تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص ۵۱۲) خواجہ علم و فن نے علم ہیئت و مناظر و زیحات کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ ۲۷/۲۸ اور ۲۸/۲۸ تاریخ کو چاند کی رویت ناممکن ہے۔ اور حضور مفتی اعظم ہند کی طرف یہ فتویٰ گڑھ کر منسوب کر دیا گیا ہے خود فتویٰ میں ذکر کئے گئے الفاظ اس انتساب کی تردید کے لئے کافی ہیں۔ عقیدت و محبت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ بزرگوں کی طرف بے سروپا باتوں کے انتساب کو صحیح ماننے پر اصرار کیا جائے، یہ طرز عمل عقیدت کیشی نہیں نادان دوستی ہے۔ حیرت ہے کہ بزرگوں کے کلام میں الحاقات کو تسلیم کرنے والے ایک مفروضہ واقعہ کے انتساب کو صحیح ماننے پر اس قدر مصر کیوں ہیں؟ اگر ہم اکابر و بزرگان دین کے کلام میں الحاقات کی مثالیں پیش کریں اور فرضی واقعات کے شواہد نقل کریں تو گفتگو بہت طویل ہو جائے گی۔ جو لوگ اسے مفتی اعظم ہند کا فتویٰ مانتے ہیں ان کی پہلی ذمہ داری یہ تھی اور آج بھی ہے کہ اس کی اصل پیش کریں جن اخبارات کا حوالہ ہے ان کے عکس، سامنے لائیں مگر اصل ذمہ داری سے گریز کرتے ہوئے علم ہیئت کو مورد طعن قرار دے کر بے اعتبار ٹھہرانا کسی صاحب نظر کا کام نہیں۔ ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ جہاز اڑا کر ۲۷/۲۸ اور ۲۸/۲۸ تاریخ کو چاند دیکھنے کی بات نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، بلکہ جس نے بھی یہی ہے وہ علم ہیئت کی روشنی میں کہی ہے۔ تو اگر کوئی ہیئت ہی سے اس کا رد کر رہا ہے تو ہیئت کا ہیئت سے رد ہونا کہ نص کا ہیئت سے۔ ۲۷/۲۸ اور ۲۸/۲۸ تاریخ کو چاند دیکھنے والا موقف نہ صرف کمزور بلکہ غلط اور باطل ہے۔

سردست ہم یہاں پہلے حقائق شرعیہ کے آئینے میں مسئلہ کی وضاحت کریں گے تاکہ ان لوگوں کی بھی تسکین ہو جائے جو اس بات میں، نصوص شرعیہ کے تمنائی ہیں۔ پھر علم ہیئت و زیحات سے بھی استفادہ کریں گے۔ اور جابجا امام احمد رضا خاں

قدس سرہ کے اقوال سے بھی اس پر مہر تصدیق ثبت کریں گے۔ ۲۷/۲۸ اور ۲۸/۲۸ تاریخ کو رویت ہلال کے محال ہونے پر نصوص شرعیہ سے تائید :-

علم ہیئت و زیحات اور مناظر و مرایا کی ساری بحثوں کو آپ تھوڑی دیر کے لئے طاق لسیاں کی زینت بنا دیجئے۔ اور نصوص شرعیہ اور ارشادات فقہاء کا ٹھنڈے دل سے غیر جذباتی انداز میں مطالعہ فرمائیے۔ تو یقیناً حق آفتاب سے زیادہ واضح ہو کر سامنے آئے گا۔ اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے گی کہ ۲۷/۲۸ کو عدم امکان رویت کا فیصلہ گو کہ علماء ہیئت کا ہے۔ لیکن شرعی نصوص سے اس کی تائید بھرپور ہوتی ہے۔ شریعت طاہرہ نے بہت سی عبادتوں کے لئے اوقات مقرر فرمادیئے ہیں۔ جو وقت پر ہی ادا ہوں گے۔ جن عبادتوں کو مہینوں سے متعلق کیا گیا ہے۔ شرعی مہینہ مکمل ہوئے بغیر وہ عبادتیں بھی مکمل نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً رمضان کے روزے، عید، حج وغیرہ۔ لیکن شرعی مہینہ کی ابتدا اور انتہا کب ہوتی ہے؟ شرعی مہینہ کتنے دن کا ہوتا ہے؟ اس سلسلے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات میں واضح رہنمائی ملتی ہے۔ چنانچہ۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الشهر هكذا و هكذا و خمس الابهام في الثالثة (بخاری شریف) (ترجمہ) مہینہ اتنے کا ہے مہینہ اتنے کا ہے اور تیسری بار اپنا انگوٹھا دبا لیا۔

شرعی مہینہ کے دو اطلاق ہیں (۱) تیس دن (۲) انتیس دن۔ نہ مہینہ انتیس دن سے پہلے ہو سکتا ہے اور نہ ہی تیس دن کے بعد۔ شرعی مہینہ انہیں دو تاریخوں میں دائر ہے۔ چنانچہ علامہ عینی اسی حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں۔

”حاصله ان الاعتبار بالهلال فقد يكون تاماً ثلاثين وقد يكون ناقصاً تسعاً و عشرين وقد لا يرى الهلال فيجب اكمال العدد لثلاثين“ (ترجمہ) حاصل یہ ہے کہ اعتبار ہلال کا ہے وہ کبھی پورے تیس دن پر ہوتا ہے اور کبھی انتیس دن پر۔ جب کبھی ۲۹ کو ہلال دکھائی نہیں دیتا تو تیس کی گنتی پوری کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

تیسری صورت ہے ہی نہیں کہ اس پر شرعی مہینہ کا اطلاق ہو سکے۔

ملک العلماء امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کا شانی حنفی (متوفی ۵۸۶ھ) اپنی نایہ ناز کتاب بدائع الصنائع - ج ۲ / ص ۲۲۳ میں یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں۔

”ثبت ان الشهر قد يكون ثلثين وقد يكون تسعة وعشرين“ (ترجمہ) لہذا ثابت ہو گیا کہ مہینہ کبھی انتیس کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔

اس مضمون کی ایک دوسری حدیث امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل فرمائی اور ۲۹ / ۳۰ ہی کے ساتھ اس کی وضاحت بھی فرمائی۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

(۲) ”عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال انا امة امیة لا نکتب ولا یحسب. الشهر هکذا هکذا. یعنی مرة تسعة وعشرين و مرة ثلاثين“۔ (ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ہم امی لوگ ہیں، ہم حساب و کتاب نہیں کرتے۔ مہینہ ایسے ایسے ہے (اپنے دست مبارک کی سب انگلیاں کھول کر اوپر اٹھائیں اور نیچے کیس اور تیسری بار انگوٹھا دبایا) یعنی کبھی ۲۹ کا ہوتا ہے اور کبھی تیس کا۔ اس حدیث کے ذیل میں علامہ عینی کی وضاحت بھی ملاحظہ فرمائیے۔

”تمم هذا المعنى باشارته بيده و لم يتلفظ بعبارته عنه نزولا لها يفهمه الخرس العجم و حصل من اشارته بيده ان الشهر يكون ثلثين و من خنس ابهامه فى الثالثة انه يكون تسعاً و عشرين (ج ۱۰، ص ۲۸۶) (ترجمہ) اپنے ہاتھ کے اشارے سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہینہ کا پورا مفہوم بتایا عجیموں اور گونگوں کا لحاظ کرتے ہوئے لفظ میں نہ بتایا۔ دونوں دست مبارک کے اشارے سے ثابت ہوا کہ مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے۔ اور تیسری بار انگوٹھے کو دبالیے سے ثابت ہوا کہ انتیس کا ہوتا ہے۔

رہی یہ بات کہ کب ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کب تیس دن کا؟ ہم روزے کب ۲۹ دن رکھیں اور کب ۳۰ دن پورے

کریں؟ کب نماز عید پڑھیں؟ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ضابطہ بتایا:-

صوموا لرويته و افطروا لرويته فان غم عليكم فاكملوا شعبان ثلاثين يوماً ثم صوموا۔ (ترجمہ) چاند دیکھ لو، تو روزہ رکھو، اور چاند دیکھ لو، تو افطار (عید) کرو۔ اگر ۲۹ کو چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزہ رکھو۔

حدیث سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہو گا وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کم یا زیادہ کا نہ ہو گا۔ بلفظ دیگر یہ ہدایت دانوں کے اس قاعدے کی تصدیق ہے کہ چاند کا دورہ ۲۹ دن سے کم میں مکمل ہو کر حد رویت کو نہ پہنچے گا ورنہ اٹھائیں یا ستائیں کے جواز رویت کا بھی کوئی اشارہ کسی حدیث میں آتا۔ واذ ليس فليس، اسی طرح ۳۰ دن گزر جائیں پھر بھی حد رویت میں نہ مانا جائے ایسا بھی نہیں۔ لہذا اکتیس دن کا نہیں ہو سکتا۔

تمام کتب حدیث و فقہ کھنگال ڈالنے کہیں بھی آپ کو ۲۷ / ۲۸ کو چاند دیکھنے یا مہینہ مکمل ہونے کا کوئی ذکر نہیں ملے گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کبھی بھی ۲۷ / ۲۸ کا روزہ نہ رکھا۔ نہ ان تاریخوں کی رو سے نماز عید پڑھی۔ ہر جگہ ۲۹ یا ۳۰ ہی کا ذکر ملے گا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے انہوں نے فرمایا۔

”صمنا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم تسعة و عشرين يوماً أكثر مما صمنا ثلاثين يوماً“ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم لوگوں نے ۲۹ دن کا روزہ ۳۰ دن کی بہ نسبت زیادہ رکھا۔

کسی نے نہ ۲۷ یا ۲۸ کو چاند دیکھا۔ نہ اس کے حساب سے روزہ رکھا۔ نہ عید کی نماز پڑھی۔

ان احادیث و آثار اور شارحین کے اقوال سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ مہینہ نہ ۲۹ دن سے کم کا ہو سکتا ہے۔ نہ ۳۰ دن سے زائد کا۔ بلفظ دیگر شریعت نے مہینہ کی ابتداء و انتہا کا مدار رویت ہلال (بنا چاند دیکھنے) پر رکھا ہے۔ یا پھر تیس دن مکمل ہونے پر۔ اور رویت ہلال کا معاملہ صرف ۲۹ ہی سے متعلق

رکھا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اگر اس سے پہلے کسی تاریخ میں رویت ممکن ہوتی تو مہینہ کی ابتدا و انتہا کا تعلق اس سے بھی جوڑا جاتا۔ پھر الشہر ہکذا و ہکذا کے ذریعہ تو اس بات پر نص فرمادیا گیا۔

مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں تحفہ شاہیہ وزج بیگی کی عبارت نقل کی اور اسے مقرر رکھا۔ اس میں اس بات کی صراحت موجود ہے۔ ”اہل شرع ماہ ہائے ایں تاریخ از رویت ہلال گیرند و آں ہرگز از سی روز زیادہ نہ باشند و از بست و نہ روز کمتر نہ“ (ج ۲ دوازدہم صفحہ ۳۳۰ رضا اکیڈمی)۔ یعنی اہل شرع کے نزدیک اس تاریخ کے مہینے رویت ہلال سے مانے جاتے ہیں۔ اور رویت ہلال ہرگز تیس دن سے زائد نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی انتیس سے کم دن میں ہوتی ہے۔ اب ۲۸/۲۷ کو رویت ہلال کے مدعی حضرات ہمیں بتائیں کہ آپ کا عمل کس پر ہوگا۔ حدیث پاک پر، شارحین حدیث کے فرمان پر، امام احمد رضا کے ارشاد پر یا اپنے خود ساختہ نظریہ پر؟
فقہاء کے اقوال سے تائید :-

ہم نے درج بالا سطور میں احادیث و آثار اور محدثین کرام کے اقوال کے علاوہ علامہ کاسانی حنفی جیسے عظیم المرتبت فقیہ اور امام احمد رضا جیسے مستند فقیہ کے حوالے سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ شرعی مہینہ کبھی بھی کسی حال میں ۲۸/۲۷ تاریخ کو مکمل نہیں ہو سکتا۔ اور تیس یوم سے قبل مہینہ کی تکمیل کے لئے شریعت نے رویت ہلال پر مدار رکھا۔ جس کے لئے ۲۹ تاریخ خود شریعت نے متعین کی۔ جس سے واضح ہے کہ ۲۸/۲۷ تاریخ کو ہلال کی رویت ناممکن ہے۔ شرعاً اس کا وقوع نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر ۲۸/۲۷ کو رویت ممکن ہو تو پھر مہینہ ۲۹/۳۰ ہی میں منحصر نہ ہوگا۔ جب کہ انحصار عبارت النص سے ثابت ہے۔

اب آئیے چند فقہی جزئیات سے بھی ہم اس کی تائید پیش کرتے ہیں۔

شعبان کی ۲۹ تاریخ کو چاند دیکھنا واجب ہے نہ کہ ۲۸/۲۷ کو :-

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”يجب ان يلتمس الناس

الہلال فی التاسع و العشرین من شعبان وقت الغروب فان راوه صاموه و ان غم اکملوه ثلاثین يوماً کذا فی الاختیار شرح المختار۔ و کذا ینبغی ان یلتمسوا ہلال شعبان ایضاً فی حق التمام العدد“ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۹۷، الباب الثانی) (ترجمہ) ۲۹ شعبان کو غروب آفتاب کے وقت چاند دیکھنا لوگوں پر واجب ہے۔ اگر ۲۹ کو چاند دیکھ لیں تو روزہ رکھیں۔ اور اگر ۲۹ کو نہ دیکھ سکیں تو تیس دن پورے کر کے روزہ رکھیں۔ ایسے ہی اختیار شرح مختار میں ہے۔ یونہی تکمیل عدد کے حساب کے لئے ۲۹ رجب کو بھی شعبان کا چاند دیکھیں۔

اگر ۲۷/۲۸ کو بھی ہلال دیکھنا ممکن ہوتا تو وجوب کا تعلق صرف ۲۹ سے نہ کیا جاتا۔ بلکہ ۲۷/۲۸ تاریخوں سے بھی متعلق ہو جاتا۔ مگر کوئی بھی یہ جزیہ نہیں دیکھا سکتا کہ کسی فقیہ نے ۲۷/۲۸ شعبان کو ہلال دیکھنا واجب تو کیا مستحب بھی قرار دیا ہو۔

روزہ میں حکم قضا کی ایک صورت سے تائید :-

۲۹ شعبان کو چاند نظر نہ آیا۔ تیس دن پورے کر کے لوگوں نے روزہ شروع کر دیا۔ پھر ۲۸ رمضان کو چاند (ہلال) نظر آگیا تو کیا یہ ۲۸ کی رویت مانی جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ دلیل ہوگی اس بات کی کہ پچھلے ۲۹ شعبان کو درحقیقت چاند ہو چکا تھا۔ اور آج ۲۸ رمضان نہیں بلکہ ۲۹ رمضان ہے۔ اور لوگوں پر ایک روزہ کی قضا واجب ہے۔ تفصیل کے لئے فتاویٰ عالمگیری کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

”اذا صام اهل مصر شهر رمضان علی غیر رؤیة ثمانية و عشرین يوماً ثم راوا ہلال شوال۔ ان عدوا شعبان برویتہ ثلاثین يوماً و لم یروا ہلال رمضان قضا يوماً واحداً۔ و ان صاموا تسعاً و عشرین يوماً ثم راوا ہلال شوال لا قضاء علیہم فان عدوا ہلال شعبان ثلاثین يوماً من غیر رؤیة ہلال شعبان ثم صاموا رمضان قضا یومین۔ کذا فی الخلاصۃ“ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۹۹، قاضی خان ج ۱، ص ۱۹۶)

اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ امام ابو یوسف کی مجلس میں ایک شخص بیٹھا کرتا تھا۔ مگر کبھی کوئی سوال نہیں کرتا۔ ابتداء تا انتہا خاموش ہی رہتا۔ ایک بار امام نے فرمایا تم بھی کوئی سوال کیا کرو۔ اس نے عرض کیا، فرمائیے روزہ کب افطار کیا جائے گا؟ فرمایا جب سورج ڈوب جائے۔ اس نے کہا اگر آدھی رات تک سورج نہ ڈوبے تو کیا ہوگا؟ فرمایا تمہارا خاموش رہنا ہی اچھا تھا۔

ان صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ ہیئت اور شریعت دونوں جگہ یہ مسئلہ طے ہے کہ قمری مہینہ ۲۹ سے کم اور ۳۰ سے زائد کا نہیں ہو سکتا۔ اس طرح شریعت نے بھی اسے تسلیم کیا ہے کہ ۲۹ دن سے قبل ایسی صورت نہیں ہو سکتی کہ چاند نظر آجائے۔ اسباب و وجوہ کی تفصیل اہل ہیئت نے اپنے استقراء اور تحقیق کی روشنی میں کی ہے۔ مگر جتنی بات دونوں جگہ مسلم ہے وہ تو ذہن میں رہنی چاہئے۔

بدور الاجلہ کی عبارت کا محل کیا ہے؟ اور علم ہیئت کا اعتبار ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت سے قبل چند باتیں مذکورہ سوئے فہم کے ازالہ کے لئے عرض ہیں۔

(۱) اگر ۲۸ یا ۲۹ تاریخ کو ۱۲ درجے کی دوری ممکن ہو جائے تو ایسی صورت میں ماہ قمری کا ۲۸ دن کا ہونا لازم آئے گا جو احادیث و آثار اور اقوال علماء و فقہاء کے قطعی خلاف ہے۔ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ ماہ قمری ۳۰ دن سے زیادہ اور ۲۹ دن سے کم نہیں ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو، فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲، ص ۳۰)

(۲) جب ۲۸ تاریخ کو ۱۲ درجے کی دوری ہو سکتی ہے اور اتنی دوری پر زمین ہی سے چاند نظر آتا ہے تو پھر پاکستانی حضرات کو اس تاریخ میں چاند دیکھنے کے لئے ہوائی جہاز سے پرواز کی کیا حاجت تھی؟

(۳) جب ۲۸ تاریخ کو ۱۲ درجے کی دوری ہو سکتی ہے اور اتنی دوری پر زمین سے بھی چاند نظر آ سکتا ہے تو پاکستانی فتویٰ کی روشنی میں کہ (جہاں سے چاند ۲۸ یا ۲۹ کو نظر آ سکتا ہے وہاں سے چاند دیکھنا غلط ہے) زمین سے چاند دیکھنا غلط ہوگا۔ کیوں کہ آپ کے بقول بھی ۲۸ کو چاند نظر آ سکتا ہے۔

بہار شریعت میں اسی مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔
”رمضان کا چاند دیکھائی نہ دیا، شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزے شروع کر دے۔ اٹھائیس ہی روزے رکھے تھے کہ عید کا چاند ہو گیا۔ تو اگر شعبان کا چاند دیکھ کر تیس دن کا مہینہ قرار دیا تھا تو ایک روزہ قضا رکھیں۔ اور اگر شعبان کا بھی چاند دیکھائی نہ دیا تھا بلکہ رجب کی تیس تاریخیں پوری کر کے شعبان کا مہینہ شروع کیا تو دو روزے قضا کے رکھیں۔“ (بہار شریعت جلد پنجم، ص ۱۱۰)

اب فاضل مقالہ نگار بتائیں کہ آخر ایک یا دو روزے کی قضا کیوں واجب ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ سورۃ اٹھائیس ہے۔ مگر درحقیقت ۲۹ ہے۔ اگر ۲۸ دن کا مہینہ شرعاً ممکن ہو تا تو قضا کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ ان فقہی جزئیات سے بھی پتہ چلا کہ ۲۸/۲۷ کو رویت ہلال ہو نہیں سکتی۔
امام احمد رضا کا واضح ارشاد :-

امام احمد رضا نے فتاویٰ رضویہ میں صاف ارشاد فرمایا۔
”رویت ہلال میں جس قدر عقلی بات شرع مطہر نے بھی قبول فرمائی ہے، کہ مثلاً ۲۸ کو چاند نہیں ہو سکتا اتنی تو قواعد شرعیہ میں آگئی“ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۶۲۶) رہی ۲۷ کی بات تو جب ۲۸ کو رویت ناممکن ہے تو ۲۷ کو بدرجہ اولیٰ ناممکن ہوگی، جس کی تفصیل ہم آئندہ سطور میں پیش کریں گے۔

بدور الاجلہ و نور الادلہ بشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں ایک جگہ ہے۔

”اہل ہیئت کی بات کا تو کچھ اعتبار نہیں اگرچہ عادل ہو۔ اگرچہ کثیر ہو، تو نہ ہی خود اس پر عمل جائز“ (بدور الاجلہ) اس عبارت سے ایک صاحب نے عجب مطلب نکالا اور یوں کہا۔

”جب امام ہمام کے نزدیک اہل ہیئت کی بات کا کچھ اعتبار ہی نہیں اگرچہ عادل ہوں، اگرچہ کثیر ہوں تو کیا ۱۲ درجہ کی دوری ۲۸ کو ممکن نہیں۔ کیا ایسا ہو ہی نہیں سکتا ہے کہ ۲۸ کی شام کو مہتاب تحت الشمس پہنچ جائے اور ۲۸ کو ۱۲ درجہ کی دوری ہو جائے و قس علیٰ هذا“

(۴) آپ کے قول ”وقس علیٰ هذا“ کے پیش نظر آسکتا ہے تو جو خرابیاں ۲۸ تاریخ میں لازم آتی ہیں وہی خرابیاں یہاں لازم آئیں گی۔

(۵) پاکستانی فتویٰ کی روشنی میں جو جگہیں زمین سے ملی ہوئی ہیں ان کا حکم زمین ہی کا حکم ہے۔ اس لئے جب زمین سے چاند دیکھنا غلط، تو مکانات اور دوکانوں کی چھتوں سے اور پہاڑوں کی چوٹیوں سے بھی چاند دیکھنا غلط۔ درختوں اور میناروں سے بھی چاند دیکھنا غلط، تو اب آپ خود ہی بتائیں کہ پھر کہاں سے چاند دیکھنا صحیح ہے؟

مختصر یہ کہ پہلو حد درجہ مضحکہ خیز ہے کہ ۲۸ کو ۱۲ درجہ کی دوری ممکن مانا جائے اور ۱۲ درجہ کی دوری کی صورت میں رویت کو ضروری قرار دیا جائے۔
علم ہیئت کا اعتبار :-

قارئین کے اطمینان کے لئے علم ہیئت کے اعتبار اور عدم اعتبار پر ہم ذیل میں گفتگو کر رہے ہیں۔ جہاں تک علم ہیئت میں سیر شمس و قمر اور منازل نیرین کا تعلق ہے، اس کا اجمالی ذکر تو خود قرآن عظیم میں موجود ہے۔

منازل قمر و سیر شمس و قمر کا قرآن سے ثبوت :-

قرآن کریم کی متعدد آیتیں اس پر شاہد ہیں۔

(۱) الشمس و القمر بحسبان (سورہ رحمن) چاند اور سورج ایک حساب سے ہیں۔

(۲) والشمس تجری بمستقر لها ذالک تقدیر العزیز العلیم (سورہ یونس) اور سورج اپنے ایک ٹھہراؤ کیلئے چلتا ہے حکم ہے زبردست علم والے کا۔

(۳) والقمر قدرناه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم (سورہ یسین) اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ہو گیا جیسے کھجور کی پرانی ڈال۔

(۴) هو الذی جعل الشمس ضیاء و القمر نوراً لدرناه منازل لتعلموا عدد السنین و الحساب (سورہ یونس) وہی ہے جس نے سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند چمکتا۔ اور اس کے لئے منزلیں ٹھہرائیں کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو۔

ان آیات کریمہ سے اجمالی طور پر اتنا معلوم ہو گیا کہ مولیٰ عزوجل نے شمس و قمر کی رفتار رکھی ہے۔ قمر کے منازل مقرر فرمائے ہیں جس کی حکمت یہ ہے کہ انسانوں کو سال اور حساب کا علم ہو۔ امام فخر الدین رازی کی مندرجہ ذیل وضاحت سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

”اشارۃ الی ان کل شیء من الاشیاء المذکورہ خلق علی وفق الحکمة“ (ترجمہ) اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ شمس و قمر کو حکمت کے مطابق پیدا فرمایا ہے۔

تفسیروں میں منازل قمر کی تفصیلات بھی ملتی ہیں۔ تفسیر خازن میں ہے۔

”ان المشہور المعتبرۃ فی الشرع مبینہ علی رویۃ الهلال و السنة المعتبرۃ فی الشرع ہی السنة القمریۃ لا الشمسیۃ و منازل القمر ثمان و عشرين منزلة“۔ (تفسیر خازن، ج ۲، سورہ یونس) (ترجمہ) شریعت مطہرہ میں وہی مہینہ معتبر ہے جس کا مدار چاند کی رویت پر ہو اور شریعت میں قمری سال معتبر ہے۔ نہ کہ شمسی سال۔ اور چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں۔

علماء ہیئت نے شمس و قمر کی سیر اور ان کے منازل کی تفصیل کے علاوہ بہت سے امور و قواعد ذکر فرمائے۔ یہ تفصیل کرنے والے کوئی عامی نہ تھے۔ جاہل نہ تھے۔ باتیں گڑھ، گڑھ کر پیش کرنے والے نہ تھے۔ بلکہ اپنے وقت کے جلیل القدر علماء تھے۔ انہوں نے افلاک اور اس کے متعلقات پر دلائل کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ خدائے ذوالجلال کی تخلیقات کے رموز و مقاصد سے بندوں کو روشناس کرانے کی کوشش فرمائی ہے۔ اسی لئے تو امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا من لم یعرف الہیۃ و التشریح لہو عینین فی معرفۃ اللہ۔ جو علم ہیئت سے ناواقف ہو وہ خدا کی معرفت میں نامرد ہے۔ لہذا علم ہیئت کو یکنخت بیکار، غیر مستند اور خلاف شریعت گردانا سخت بے جا اور صداہا علماء و فقہاء کے اقوال کو رد کرنا ہے۔

(باقی اگلے شمارے میں)

۴۳۳۳

محمد رفیع الرحمن

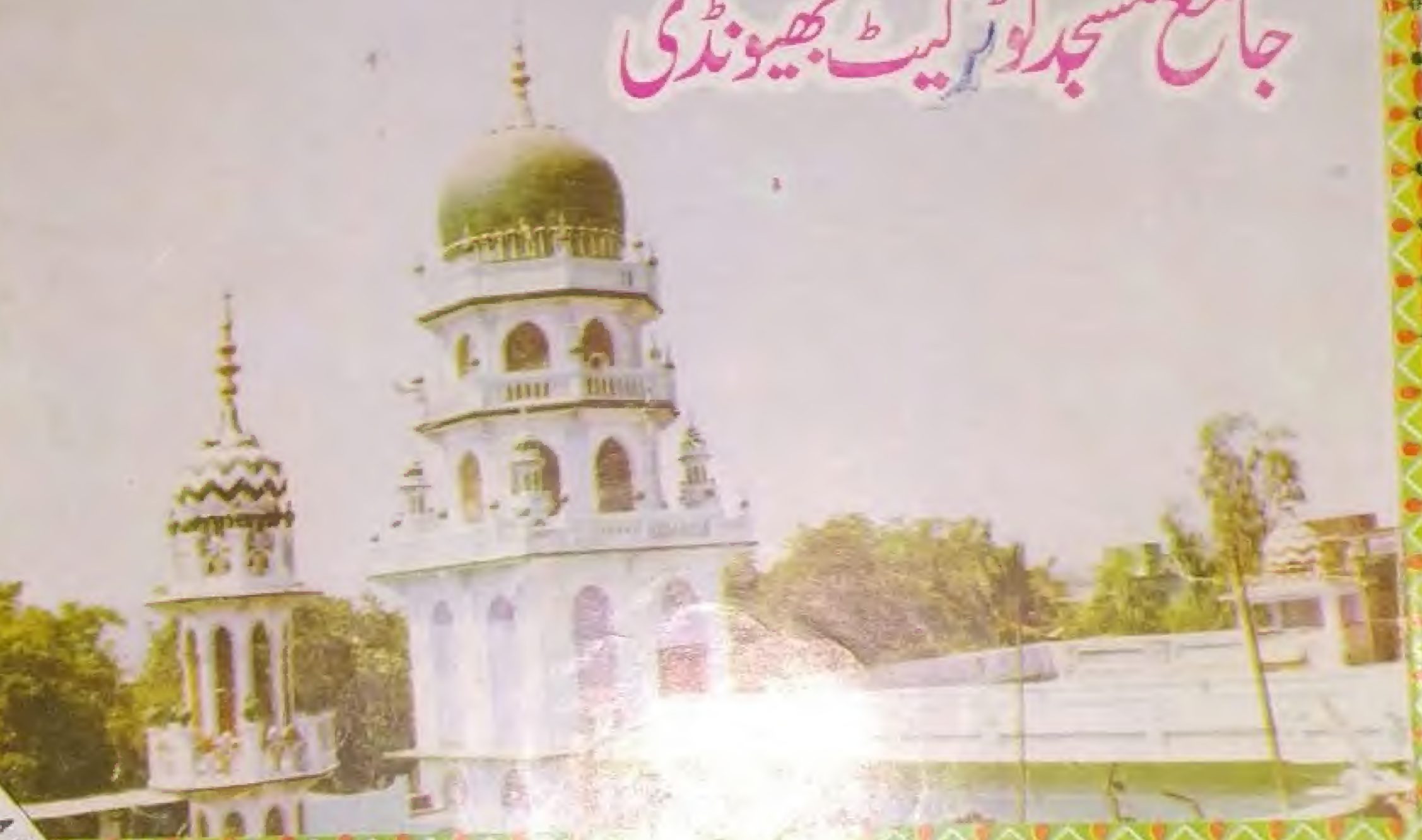
کفر الایمان

دہلی

ماہنامہ

دسمبر ۱۹۹۹ء

جامع مسجد کوٹ گیت بھونڈی



Rs. 10

ماہنامہ کنز الایمان

جلد: ۲ دسمبر ۱۹۹۹ء
شعبان / رمضان ۱۴۲۰ھ شماره: ۲

چیف ایڈیٹر	—:—	لینین اختر مصباحی
ایڈیٹر	—:—	محمد قمر الدین رضوی
منیجنگ ایڈیٹر	—:—	ساجد ہاشمی
سرکولیشن منیجر	—:—	محمد سعید انصاری، محمد ناصر انصاری
کمپوزنگ	—:—	رضوی کمپیوٹر پوائنٹ دہلی ۶
کمپیوٹر آپریٹر	—:—	مصلح الدین گورکھپوری
ترجمین کار	—:—	افضل حسین بستوی

مولانا عظیم اہل سنت و جماعت کے مشاہیر علماء ہند مثلاً
شیخ عبدالحق محدث دہلوی
مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
علامہ عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی
شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی
شاہ احمد سعید مجددی رام پوری
علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی
علامہ عبدالحلیم فرنگی محلی لکھنوی
علامہ فضل رسول بدایونی
سید شاہ ال رسول احمدی مارہروی
مفتی ارشاد حسین رام پوری
مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری
علامہ عبد القادر بدایونی
اور امام احمد رضا قادری
کے مسلک حق و صداقت کا نقیب و ترجمان
اور جادۂ عشق و عرفان کا ہادی و رہنما

پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر محمد قمر الدین رضوی نے ایم ایس پرنٹرس 1853، لال دروازہ، ہمدرد مارگ، دہلی 6
سے طبع کرا کے آفس ماہنامہ کنز الایمان، 423، میا محل، جامع مسجد، دہلی-6 سے شائع کیا۔

ڈرافٹ پر صرف Kanzul Iman Monthly لکھیں

ماہنامہ کنز الایمان

۴۲۳- میا محل، جامع مسجد دہلی ۶
فون اور فیکس: ۳۲۶۴۵۲۴

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

Kanzul Iman Monthly

423, Matia Mahal, Jama Masjid,
Delhi-110006 (INDIA)
Ph. & Fax : 326 4524

ہمارا اشتر میں ہمارا آفس

رضوی کتاب گھر: 114، غیبی نگر،
بیمونڈی-421302، ضلع تھانہ،
ہمارا اشتر فون: 55389

فی شماره: ۱۰ روپے
سالانہ: ۱۰۰ روپے
غیر ممالک: ۲۵ امریکی ڈالر

اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کا زر تعاون ختم
ہو چکا ہے ازراہ کرم زر تعاون ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔



بناہیہ الحلالیہ



اَیْنَهْ کَنْزُ الْاِیْمَانِ



لیسین اختر مصباحی	۳	توحید خالص کے علمبرداروں کی شکنیں آلود پیشانیاں
امام احمد رضا فاضل بریلوی / سید نعیم الدین مراد آبادی	۸	انوار قرآن
لیسین اختر مصباحی	۱۰	انوار حدیث
مفتی جلال الدین احمد امجدی	۱۲	فقہی احکام و مسائل
احمد القادری المصباحی	۱۶	نبی اکرم ﷺ کا خلق عظیم
لیسین اختر مصباحی	۲۰	اہل سنت و جماعت کا اجمالی تعارف
آل مصطفیٰ مصباحی کٹھہاری	۳۲	۲۷/۲۸ تاریخ گورویت.....
محمد نعیم الدین برکاتی مصباحی	۳۹	فضائل شب برأت
عبدالمصطفیٰ صدیقی	۴۲	زیارت قبور اور اعراس اولیاء
محمد قمر الحسن قادری مصباحی	۴۵	مدارس عربیہ اور اکیسویں صدی
حضور احمد منظری	۵۱	گراں قدر معلومات
ڈاکٹر احمد جمال انصاری	۵۴	طب و صحت (چہرے کی رنگت)
محمد نعمان اعظمی	۵۶	مکتوب قاہرہ مصر
ادارہ	۵۸	دینی و تبلیغی سرگرمیاں
ادارہ	۵۹	کنز الایمان! قارئین کی نظر میں

۲۷/۲۸ تاریخ کو رویت ہلال کا مسئلہ

آل مصطفیٰ مصباحی کتبھاری

آخری قسط

حقائق شرعیہ کے آئینے میں

قول منقح :-

خلاصہ یہ کہ امام سبکی نے یہ ظن فرمایا تھا کہ قواعد رویت ہلال کی ہیئت کے دوسرے مسائل ہی کی طرح قطعی ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہیں۔ قواعد رویت ہلال کا حساب ہیئت کے دوسرے مسائل کی طرح قطعی نہیں ہے۔ قواعد رویت ہلال کا حساب ظنی ہے۔ اور ہیئت کے دوسرے مسائل مثلاً طلوع و غروب، تحویل، تطویل، کسوف اور خسوف قطعی ہیں۔

امام احمد رضا جدامتار علی رد المحتار میں پوری وضاحت کے ساتھ رقم فرماتے ہیں۔

”اقول، الحق ان شاء الله تعالى التفصيل والامر فيه ان هنا بابين باب قواعد روية الهلال، وباب سير النيرين وطلوعهما وغروبهما و منازل القمر الاول لاعبرة فيه لاختلافهم انفسهم فيه لكثيراً وعدم حصولهم على قول قاطع وهذا هو الذي رده امتنا رضى الله تعالى عنهم. والثاني يقيني لاشك تشهده به غير ما اية في القرآن العظيم. فان قالت الحساب العلماء العدول بعدم امكان الروية بناء على الاول و شهدت البينة العادلة بالروية قبلت. وان نبوه على الثاني كما في المسئلة الثانية فان من المقطوع به الغير المتخلف ان الهلال لا يمكن ان يرى عادة ما لم يبعد عن الشمس عشر درج بل اكثر فرويته نهاراً قبل طلوع الشمس و ليلاً بعد غروبها يستلزم قطعاً سير القمر في نهار واحد اكثر من عشرين درجة، و معلوم قطعاً انه لا يسير في يوم و ليلة الا نحو اثنتي عشرة درجة فيكون في ذلك تبديل سنة الله "ولن تجد لسنة

علم ہیئت اور زیجات میں سیاروں کی تقویم، تحویل، سیر، نیرین، منازل قمر اجماع و استقبال، کسوف خسوف، مطالع اور رویت ہلال کے قواعد ان میں جو قطعی نہیں بلکہ اس کا اثبات برہان اقناعی یا تجربات کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ علماء ہیئت نے خود ہی ان پر جرح کر کے اسے ناقابل یقین قرار دے رکھا ہے۔ جیسے وقت کسوف کی ابتداء اور انتہاء کا یقین رویت ہلال کے قواعد کا مسئلہ ۲۹ کے مہینے مسلسل تین ہو سکتے ہیں۔ اور تیس کے چار۔ لیکن جو باتیں برہان قطعی سے ثابت ہیں مثلاً تقویم، تحویل، اجتماع، استقبال، فصل بین، نیرین، منازل قمر، سیر نیرین وغیرہ۔ یہ بات جس طرح علماء ہیئت کے نزدیک متحقق اور قطعی ہیں، اسی طرح علماء اسلام اور فقہائے ملت کے نزدیک بھی معتبر اور مدار احکام ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

”وبہ ظہر الجواب عما ذکر ہلہنا الامام السبکی الشافعی ان الشهادة ظنية و الحساب قطعی فانہ رحمہ اللہ تعالیٰ ظن انہ کحسابات الهيئة من الطلوع و الغروب و التحویل و التقویم و الخسوف و ليس كذلك بل هو مثل حساب وقت الكسوف بداية و نهاية بل ادون رتبة فانہ يتم بعد تكرار الاعمال الطوال مرة بعد اخرى بخلاف هذا و من جرب تجربة عرف معرفتي لاجرم رده كل من جاء بعده من محققى الشافعية ايضاً و حققوا ان العبرة بالشهادة الشريعة و ان خالفت تلك القواعد العقلية كما فصله في رد المحتار۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۶)

اللہ تبدیلاً“ فحننہ یقطع العالم فان الشهود شبة لهم و
القطعی لا مردله ولعل هذا هو مراد الامام السبکی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلیکن التوفیق . واللہ تعالیٰ
اعلم۔ (جد الممتار کتاب الصوم ج ۲، ص ۱۲۳-۱۲۲) (ترجمہ) اقول۔ حق انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل کا طالب ہے۔

معاملہ یہ ہے کہ یہاں دو باب ہیں۔ (۱) باب قواعد رویت ہلال۔
(۲) باب سیر نیرین۔ طلوع، ”غروب شمس و قمر و منازل قمر۔
اول غیر معتبر ہے۔ کیونکہ خود قواعد وضع کرنے والوں ہی کا اس
میں کثیر اختلاف ہے۔ کوئی قطعی قول انہیں حاصل نہیں۔ یہی وہ
بات ہے جسے ہمارے آئمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رد کر دیا۔ اور
باب ثانی بلاشبہ یقینی ہے۔ جس پر قرآن عظیم کی متعدد آیتیں
شاہد ہیں۔ جیسے الشمس و القمر۔۔۔ تو اگر حساب داں علماء
عادل باب اول کی بنیاد پر یہ کہیں کہ رویت ممکن نہیں اور گواہان
عادل رویت کی شہادت دیں تو شہادت قبول کی جائے گی۔ اور اگر
باب ثانی کی بنیاد پر یہ کہیں کہ مسئلہ دوم میں ہے۔ تو قطعی امر
ہے۔ جس کے خلاف کبھی نہیں ہوتا۔ وہ یہ کہ رویت ہلال عادیہ
ممکن نہیں۔ جب تک کہ چاند سورج سے دس درجہ بلکہ زیادہ
دوری پر نہ ہو۔ تو اگر دن میں طلوع آفتاب سے پہلے اور رات
میں غروب آفتاب کے بعد دکھائی دے تو یہ اس امر کو مستلزم ہے
کہ چاند نے دن بھر میں بیس درجے سے زیادہ مسافت طے کر لی۔
جب کہ قطعاً معلوم ہے کہ چاند پورے دن رات میں تقریباً ۱۲
درجے سے زیادہ مسافت طے نہیں کر سکتا۔ تو اس میں سنت الہیہ
کی تبدیلی لازم آئے گی۔ اور خدا کی سنت میں ہرگز تمہیں کوئی
تبدیلی نہ ملے گی۔ ایسی صورت میں صاحب علم قطعی طور سے یہ
حکم کرے گا کہ گواہوں کو اشتباہ ہو گیا اور قطعی کو رد نہیں کیا
جاسکتا۔ شاید امام سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی مراد ہے۔ تو اس
میں دونوں قولوں میں تطبیق بھی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ زیادہ
جاننے والا ہے۔

فتاویٰ رضویہ اور جد الممتار سے تین صریح اقوال پیش
کر دیئے گئے۔ جن سے بلا ریب یہ ثابت ہو گیا کہ ۲۸ تاریخ کو

چاند نظر نہ آنے کے سلسلے میں علماء ہیئت و شریعت دونوں متفق
ہیں۔ اسی طرح ۲۷ کو چاند نظر نہ آنے کا مسئلہ بھی متفق علیہ
ہے جس میں بدرجہ اولیٰ رویت ممکن نہیں۔ کیونکہ ۲۸ کو تو
شمس و قمر حالت اجتماع میں ہوتے ہیں۔ یا اجتماع کے بالکل قریب
ہوتے ہیں۔ اسی لئے آفتابی شعاعوں کی حدت کی وجہ سے چاند کا
نظر آنا ممکن نہیں۔ اور ۲۷ کو تو چاند آفتاب سے کم از کم ۱۲
ڈگری پچھتم ہوتا ہے۔ اس لئے وہ آفتاب سے کم از کم ۳۸ منٹ
پہلے ہی ڈوب جاتا ہے۔ لہذا غروب قمر کی وجہ سے ہلال کا نظر آنا
کسی طرح ممکن نہیں۔ نہ زمین سے نہ پہاڑ سے نہ جہاز سے۔

البتہ قواعد رویت ہلال جن میں خود علماء ہیئت ہی کو اختلاف
ہے وہ عند الشرع بھی مقبول نہیں۔ مثلاً کوئی ہیئت داں یہ بتائے
کہ کل ۲۹ تاریخ کو میرے حساب کی رو سے شام کو رویت نہ
ہوگی۔ اور عادل گواہ اس دن ۲۹ کی شام کو رویت کی شہادت
دیں تو گواہوں کی گواہی پر اعتماد کرتے ہوئے چاند کے ثبوت کا
حکم دے دیا جائے گا۔ اور اس ہیئت داں کے ظن و تخمین کا کچھ
اعتبار نہ ہوگا۔ اسی کو امام احمد رضا نے یوں فرمایا۔

”اس سے زائد جو قواعد اہل ہیئت نے دربارہ ہلال اپنے
ظنوں تخمینات سے گڑھے ہیں شرع نے اصلاً ان کی طرف
التفات نہ فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم، ص ۶۲۶)

امام احمد رضا نے بدور الاجلہ میں علماء ہیئت کے انہیں اقوال
کا رد کیا ہے جو باب اول سے متعلق ہیں۔ باب دوم سے متعلق
امور کی قطعیت کے وہ بھی قائل ہیں۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔
۲۸ تاریخ کو چاند امکان رویت پر ہرگز نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر
۲۸ کو عادل گواہ بھی چاند کی گواہی دیں تو گواہی قبول نہیں کی
جائے گی۔ جد الممتار ہی میں یہ واقعہ تحریر فرمایا۔

”ونظیر ذالك واقعة رمضاننا هذا عام الف و
ثلثمائة و ثلاثين ، صام الناس كلهم في اقطار الهند
جميعاً يوم الخميس فلما كان الثامن و العشرون من
الشهر يوم الاربعاء شهد في بدايوں عند صاحب
المولوى عبدالمقتدر ثلثة او خمسة انهم راوا الهلال و

كان في سحاب فقبل و امر الناس بالفطر فلم يقبله
الاناس من انفاره مع انا نعلم قطعاً ان الشهود غلطوا.
بوجوه خمسة كلها مبينة على الباب الثاني دون الاول
(جد المآثر، ج ۲، ص ۱۷۳)

(ترجمہ) اس کی نظیر ہمارے اس رمضان ۱۳۳۰ھ کا واقعہ
ہے کہ ہندوستان کے تمام اطراف و جوانب میں لوگوں نے منجانبہ
کو روزہ رکھا۔ جب چار شنبہ کو ماہ رمضان کی اٹھائیسویں تاریخ
تھی، تو بدایوں میں ہمارے دوست مولوی عبدالمقتدر صاحب
کے یہاں تین یا پانچ آدمیوں نے چاند دیکھنے کی گواہی دی۔ اور یہ
کہ چاند بدلی میں تھا۔ موصوف نے گواہی قبول کر لی۔ اور لوگوں
کو عید کا حکم دے دیا۔ جسے ان کے معتقدین میں سے چند ہی افراد
نے قبول کیا۔ حالانکہ ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ گواہوں
سے غلطی ہوئی۔ اس کی پانچ وجہیں ہیں سبھی باب ثانی پر مبنی ہیں
نہ کہ باب اول پر۔

امام احمد رضا نے ان پانچوں وجہوں کو تفصیل سے بیان کیا
ہے۔ اور علم ہیئت کی روشنی میں یہ بات ثابت فرمایا ہے کہ اس
دن ۲۸ کو چاند کی رویت محال تھی۔

علم ہیئت کی باضابطہ تدوین کا سرا بطلیموس کے سر ہے۔ اس
نے اپنی کتاب ”محیطی“ میں کوکب کے سیر کی مقدار تقویم،
تحویل کو اکب کا طلوع و غروب، خسوف مطالع و طوالع اور منازل
قمر، کو اکب کا اجتماع اور استیصال وغیرہ باتوں کو پیش کر کے اسے
براہین ہندسیہ سے مبرہن کیا۔ لیکن رویت ہلال کے مسئلہ کو اس
نے ہاتھ نہیں لگایا۔ البتہ متاخرین علم ہیئت نے اس کے لئے
قواعد ایجاد کئے۔ جو یقینی نہیں بلکہ افتاعی ثابت ہوئے۔ اس لئے
رویت کا مسئلہ قطعی نہ ہو سکا بلکہ ظن و تخمین کے دائرہ میں رہ گیا۔
حکمت نظریہ کے وہ مسائل جو اسلامی معتقدات یا نظریات
سے متصادم ہوئے۔ حکماء اسلام نے انہیں ناقابل اعتماد و نالائق
اعتبار قرار دے کر رد فرمادیا۔ حکماء اسلام کی طرح امام احمد رضا
نے بھی ان مسائل کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اور اپنے اخلاف کی صحیح

رہنمائی کے لئے ان مسائل کی قباحت و شناخت اور بطلان و
خدلان کو واضح فرمادیا۔ متاخرین اہل ہیئت نے ۲۹ تاریخ کو
رویت ہلال کے لئے کچھ قواعد وضع کئے۔ ۲۹ تاریخ کو رویت
ہلال کے لئے شمس و قمر کی سیر کو دخل ہے۔ وہاں فجر کے
انتصاب و اجتماع عروض البلاد کے اختلاف، ہلال کے
عرض شمالی و جنوبی، چاند کے فلک البروج کے اجزائے مختلفہ میں
ہونے، چاند کے تیز رفتار و ست رفتار ہونے، افق کے پاس ہوا
کے صاف و مکدر ہونے، اور نگاہ کی قوت و ضعف اور دیگر چیزوں
کو بھی دخل ہے۔ مثلاً علم المناظر کے اعتبار سے رویت کے لئے
دائرہ نور اور دائرہ رویت میں تقاطع کی کتنی مقدار درکار ہے؟ کیا
یہ مقدار ہمیشہ یکساں رہتی ہے؟ خواہ چاند اور ناظر منطقہ
البروج سے ایک جہت میں ہوں، یا دونوں مختلف جہتوں میں واقع
ہوں، ناظر بلندی پر ہو، یا پستی پر۔ تقاطع کی مقدار ان کے حق میں
بدلتی رہتی ہے یا نہیں؟ اور پھر یہ تقاطع چاند و سورج کے درمیان
کتنے فصل پر واقع ہو سکتی ہے۔ ۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲ درجے پر یا اس
سے کم یا زیادہ پر؟

ان تمام امور کا تصفیہ و انضباط چونکہ مشکل و معذر ہے اس
لئے علم ہیئت کے علماء متقدمین بشمولیت بطلیموس نے اس مسئلہ
سے تعرض نہیں کیا۔ متاخرین اہل ہیئت نے جو قواعد وضع کئے
ان میں بھی شدید بحث و تمحیص کے باوجود کوئی قابل قبول نظریہ
سامنے نہ آسکا۔ علماء اسلام نے سے رد فرمادیا۔ اور امام احمد رضا
نے بھی اسے ناقابل اعتبار قرار دیا۔ اور ۲۹ تاریخ کو ثبوت ہلال
کا تعلق رویت ہی سے متعلق رکھا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں
ہے۔ ”صوموا لرویتہ و افطروا لرویتہ“ شرح چغمنی میں اسی
مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے ”واذا بعد (ای القمر) عن
الشمس مقداراً قريباً من اثني عشر جزءاً او اقل منه
بقلیل او اکثر كذا لك على اختلاف اوضاع المساكن
فان المسكن اذ كان مدار القمر فيه اقرب الانتصاب
يكون روية الهلال فيه اسرع بل الروية تختلف في

مسکن واحد ایضاً بسبب قرب القمر و بعده و اختلاف عروضہ و کونہ فی اجزاء مختلفہ من فلک البروج و غیر ذالک و لذلک یعسر ضبطها بحیث اعرض عنه المتقدمون و اطنب فیہ المتأخرون و ہی غیر مضبوطة بعد اما اختلاف الهواء صفاء و کدورة و البصر حدة و کلالاً و ان کان له دخل فی ذالک فقه قبل انہ لا عبرة به لتعذر ضبطة“ ۱۲ . و غیر ذالک پر حاشیہ میں ہے و ذالک کسرعة السیر و بطونہ فان القمر اذا کان سریع السیر یبقی فوق الاین بعد غروب الشمس زماناً اکثر فیظلم الافق فیری اسرع مع انہ فی سرعتہ یصیرا بعد من الشمس فلیستضی من الوجه المواجه النیاجزانا کثر“ صفحہ ۹۰۔

اور علامہ عبدالعلی برجنیدی نے اپنی تالیف شرح زنج سلطانی جہازی سائر کے پورے ایک صفحہ میں رویت ہلال کے قواعد کے غیر منضبط ہونے کے بہت سے اسباب ذکر کئے ہیں۔ ۱۹/ اقوال تو فصل نیرین سے متعلق نقل فرمائے ہیں۔ ان کے علاوہ زمینی علاقے اور فضائی عوائق اور دیگر اسباب و وجوہ کے بیان کے بعد ارشاد فرمایا۔

”بالجملہ ضبط آل بر سبیل تحقیق معمر است بلکہ معذرازیں جت بطیموس در محطی تعرض رویت ہلال نہ کردہ است با آنکہ معترض ظہور و خفاء متخیرہ شدہ است“ (صفحہ ۳۱۵)

امام احمد رضا نے اپنی تالیف ”البدور الاجلہ فی امور الاہلۃ“ جو ۲۹ تاریخ کی رویت ہلال کے موضوع پر ہے۔ ان میں انہیں باتوں کو واضح انداز میں شرح و بسط کے ساتھ ذکر فرمایا۔

بعض اہل ہیئت نے بھی یہی فرمایا کہ ”تا چار ماہ بتوالی سی سی آید و زیادہ نے و تا سہ ماہ بتوالی بست و نہ بست و نہ آید زیادہ نے“ شرح زنج سلطانی میں علامہ برجنیدی نے ان لوگوں کی دلیل نقل بھی فرمائی۔ اور پھر اس پر متعدد وجوہ سے جرح و تعدیل بھی فرمائی۔ اور آخر میں یہ فیصلہ فرمایا۔ ”پس ایس برہان یقینی نیست و

برو اعتماد نشاید و ظاہر آنست کہ بیان اس حکم را حوالہ باستقراء کنند“ (صفحہ ۱۱)۔ اسی وجہ سے امام احمد رضا نے بھی فرمایا کہ ”اور علم ہیئت کی رو سے چار مہینے پے در پے ۳۰ دن ہو سکتے ہیں اور تین ۲۹ کے۔ کما ہو مصرح بہ فی الزیحات، القدیمہ و الجریدہ و شروحہا و احوالہ علی التجربة و الاستقرار و منهم من کلف بیانہ بالاستدلال و لم يتم الخ“ (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۵۳۵)

سطور بالا سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ اہل ہیئت کے پاس اس بات پر کوئی برہان قطعی نہیں، اور قرآن و حدیث کے نصوص میں بھی ان پر کوئی دلیل نہیں ملتی۔ اس کے باوجود کچھ لوگ یہ دعویٰ کر بیٹھتے ہیں۔ ۴ مہینے ۳۰ کے ہو چکے ہیں۔ یہ ضرور ۲۹ کا ہو گا۔ تین پے در پے ۲۹ کے ہوئے ہیں۔ یہ ضرور ۳۰ کا ہو گا۔ اس کے جواب میں امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ ”ان کا جواب اس قدر میں ہے۔ ما انزل اللہ بہا من سلطان حق سبحانہ نے ان باتوں پر کوئی دلیل نہیں اتاریں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم، ص ۵۵۹)

ظاہر ہے کہ جب اس مسئلہ پر کوئی قطعی دلیل موجود نہیں۔ نہ ہی عقلی اور نہ ہی نقلی، اس کے باوجود ضرور ہو گا۔ ضرور ہو گا کی رٹ لگانا غیر قطعی کو بزعم خویش قطعی بنانا ہے۔ ایسوں کا جواب وہی ہے جو امام احمد رضا نے دیا۔

۲۸/۲۷ کو چاند نظر آنے یا نہ آنے کے مسئلہ کو نہ تو ۲۹ کے تین مہینے اور نہ ۳۰ کے چار مہینے سے تعلق ہے۔ اور نہ اس مسئلہ کو ان جھمیلوں اور بکھیڑوں سے کوئی تعلق ہے۔ جو باب قواعد رویت ہلال میں مذکور ہیں۔ اور علماء ہیئت نے جن کے ضبط کو معسر بلکہ معذر ہونے کی وجہ سے خود ہی ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ ۲۸/۲۷ کے مسئلہ کو براہ راست قمرین کی سیر اور ان کے تقویمات سے تعلق ہے۔ جن سے ان کے مابین وضع معلوم کی جاتی ہے۔ کہ اماؤس کی مدت میں کب دونوں کے مابین اجتماع ہوتا ہے۔ جس سے قطعی طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ۲۷

امام احمد رضا ہی کے کلام سے اس پر شہادت پیش کروں کہ ۲۹ کی رویت کے معاملہ میں اگرچہ قواعد ہیئت کا اعتبار نہیں۔ لیکن وہ دوسرے مسائل میں نہ صرف معتبر بلکہ مدار احکام ہیں۔

(۱) اگر علم ہیئت و زیجات وغیرہ کی وہ حالت ہوتی جو بعض نے سمجھا ہے تو پھر یہ بتائیے کہ اعلیٰ حضرت نے جو مجدد اعظم تھے کیوں ان خرافات اور فالتو باتوں میں اپنی عمر اور اپنا وقت برباد کر کے ۵-۶- زیجات اور ہیئت کی مختلف کتابوں کا مطالعہ فرما کر ان پر حاشیہ لکھا۔

(۲) اگر ہیئت و زنج ایسا ہی نامعتبر اور ناقابل اعتماد فن ہے تو کیوں اس پر اعتبار کر کے امام احمد رضا نے ”نطق الہلال“ میں تاریخ ولادت پر استدلال کیا۔

(۳) وفات شریف کی تاریخ کے تعیین کے لئے کیوں تقویمات کا استخراج فرمایا۔ اور کیوں ”نطق الہلال“ کے آخر میں جدول تیار کر کے حکم نافذ فرمادیا۔ (ملاحظہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲، ص ۲۷ تا ۳۲)

(۴) ہیئت و زنج اگر ایسا ہی ناقابل اعتبار فن ہے تو کیوں امام احمد رضا نے نواب سلطان احمد کے سوال کا جواب اسی فن سے دیا۔ (۵) حاجی شیخ علاء الدین میرٹھی کے سوال کا حل کیوں اس فن سے فرمایا۔ (ص ۱۷۱-۱۷۵ تا ۱۷۵)

(۶) اور کیوں ملک العلماء کا جواب اس فن سے عطا کیا۔ (ج ۱۲، ص ۱۹۵) مندرجہ بالا صفحات کو کھول کر دیکھئے امام احمد رضا نے ہر جگہ اسی فن یعنی ہیئت و زیجات کا استعمال فرمایا ہے۔

(۷) اگر واقعی یہ فن ناقابل قبول اور ناقابل التفات ہوتا تو امام احمد رضا کیوں اس فن کی مدد سے فرماتے کہ علوین یعنی زحل و مشتری کا قرآن عظیم جو طوفان نوح کے موقع پر ہوا تھا۔ اب آئندہ وہی قرآن ۲۳ ذی قعدہ ۱۸۱۷ھ کو ہوگا۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ ”اگر اس دن تک دنیا رہ گئی تو بعید نہیں کہ اس کے بعد یا اس سے قبل والے محرم میں قیامت آجائے“ کیا اتنی اہم بات ناقابل اعتبار فن کی بنیاد پر کہی جاسکتی ہے؟

۲۸ تاریخ کو چاند دیکھا جانا قطعاً ممکن نہیں۔ خواجہ صاحب نے اپنے مقالہ میں نہ تو کوئی حساب و کتاب پیش کیا ہے اور نہ ہی مسئلہ رویت ہلال کو مدعا قرار دیا ہے بلکہ انہوں نے چاند و سورج کی رفتار کو مد نظر رکھ کر ان کے مابین پیدا ہونے والی اوضاع کی تصویر کشی کی ہے۔ تاکہ قارئین کو ۲۷/۲۸ تاریخوں میں چاند، سورج کے مابین وضع معلوم ہو جائے۔ اور یہ بات ثابت ہو جائے کہ ۲۸ تاریخ کو قمر یا تو حالت اجتماع میں ہونے یا قریب الاجتماع کی حالت میں ہونے کی وجہ سے آفتابی شعاعوں میں گھرا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے چاند کا دیکھنا ممکن نہیں۔ اور ۲۷ کو چونکہ چاند آفتاب سے پہلے ہی غروب ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس تاریخ میں بھی رویت ممکن نہیں۔

اب تک کا حاصل یہ ہے کہ رویت ہلال کا مسئلہ چونکہ ایسے امور سے متعلق ہے جو کسی طرح ضبط میں نہیں آتے۔ اس لئے بطیموس اور دیگر متقدمین نے اسے چھوڑا تک نہیں۔ البتہ متاخرین اہل ہیئت نے اپنے مذاق طبع کے پیش نظر اس میں بھی طبع آزمائی فرمائی۔ اور اس کے لئے طبع زاد کچھ ایسے قواعد وضع کئے جو قطعی نہیں بلکہ اقناعی کے دائرے میں محدود ہو گئے۔ جو رویت ہلال کے باب میں ہرگز معتبر نہیں۔ انہیں باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا ”ولہذا امام اہل ہیئت بطیموس نے محبیطی میں بآنکہ ثوابت تک کے ظہور و اخفاء کے لئے فصل جداگانہ وضع کی، رویت ہلال کا اصلاً ذکر نہ کیا کہ وہ اصلاً اس کے انضباط پر قادر نہ ہو۔ اور متاخرین نے جو کچھ لکھا ان شدید باہمی اختلاف کے بعد (جو مطالع شرح مواقف و شرح زنج سلطانی وغیرہما سے ظاہر ہے) خود بھی کوئی ضابطہ صحیح نہ بتا سکے۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۶۲۶)

امام احمد رضا نے ”البدور الاجلۃ فی امور الاہلۃ“ میں جو کچھ ارشاد فرمایا۔ وہ خاص اسی موضوع سے متعلق ہے جو بروقت امام احمد رضا کے سامنے دائر تھا۔ یعنی ۲۹ تاریخ کی رویت ہلال میں قواعد رویت ہلال کا معتبر یا نامعتبر ہونا۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ

(۸) امام احمد رضا نے اس فن کی بنیاد پر جو جوابات دیئے ہیں۔ اگر یہ فن ناقابل اعتبار ہو تا تو ان جوابوں کو فتاویٰ رضویہ جو اسلامی انسائیکلو پیڈیا ہے۔ اس میں کیوں شریک کر کے اس کی اشاعت کرتے۔

(۹) اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ”امور دینیہ اور مسائل شرعیہ میں ان کی سخت حاجت عامہ کو بوجہ تحقیق بقدر قدرت بشری بے علم زیجات یا آلات رصدیہ نامتصور۔ ان کی ناواقفی سے بہت سے لوگ سخت غلطیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔“ اور آگے لکھتے ہیں۔ ”یہ سب علم زیجات سے ناواقفی پر مبنی ہے“ اور آگے فرماتے ہیں ”یہ وہی ناواقفی علم زیجات و میقات تھی“ اور آگے ارشاد فرمایا۔ ”واقف اطوال و عروض بلاد دقائق مرئید قطر شمس مطالع بلدیدہ بروج مستخرجہ عند تقارب الامر خصوصاً وقت وقوع کسوف بدرجات عروض و درجہ سوا جمیعاً کما هو الغالب بموامرۃ ذبیح نہ بمجرد تعدیل مابین اسطربین“ کے لحاظ سے حکم صحیح دے گا۔ اور آگے فرماتے ہیں۔ ”اور تعلیقات میں تو ہزار صورتیں نکلیں گی جن کا حکم بے ان علوم کے ہرگز نہ کھلے گا۔ اور فقیہ کو ان کی طرف رجوع سے چارہ نہ ملے گا۔ کما لا یخفی من ادنیٰ حظاً منها“ (ج ۹، ص ۸۲)

(۱۰) جد الممتار کی عبارت اوپر مذکور ہوئی۔ جس میں امام احمد رضا بطور عبارة النص ارشاد فرماتے ہیں۔ اقول الحق انشاء اللہ التفصیل یہاں دو باب ہیں۔ (۱) اول غیر قطعی اور (۲) ثانی قطعی۔

(۱۱) علم توقیت بھی علم ہیئت کا ہی ایک حصہ ہے۔ اس میں ذکر کی جانے والی اصطلاح مثلاً طول البلاد، عروض البلاد، بعد کوکب، بعد فو قانی، انکسار معدل، اختلاف نظر، تعدیل ایام و سطحی اوقات، وغیرہ سبھی فن ہیئت ہی سے ماخوذ ہیں۔ جب کہ علم توقیت سے استخراج کردہ اوقات سوم و افطار اور نماز ہجگاہ نہ صرف علماء و فقہاء کے نزدیک قابل تسلیم ہیں۔ بلکہ عملاً علماء و مشائخ اور عوام میں معمول بجا ہیں۔

(۱۲) کشف العلة عن سمت القبلة۔ میں امام احمد رضا نے ہیئت و توقیت کے دس قواعد ذکر فرمائے۔ اور ان سے متعلق

ایسے جزم و یقین کا افادہ فرمایا۔ کہ ان قواعد کی روشنی میں سمت قبلہ کے استخراج کو نہ صرف تقریبی بلکہ تحقیقی بتایا۔

مندرجہ بالا باتوں سے یہ بخوبی واضح ہو گیا کہ علم ہیئت کا باب قواعد رویت ہلال میں اعتبار نہیں۔ لیکن بہت سے دیگر ابواب جس میں مسئلہ دائرہ بھی شامل ہے۔ ایسا قطعی و یقینی ہے کہ ان پر احکام کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ اور بسا اوقات فقیہ کو ان کے بغیر چارہ کار نہیں ہوتا۔

خلاصہ کلام :-

علم ہیئت میں جو باتیں غیر قطعی ہیں حکماء اسلام نے ان پر جرح و تنقید کر کے خود ہی ان کے غیر قطعی ہونے کو واضح فرما دیا ہے۔ لیکن جو باتیں علم ہیئت میں قطعی ہیں۔ حکماء اسلام نے انہیں مقرر رکھا۔ ان کی قطعیت واضح فرمائی۔ اور ان سے موقع بموقع استدلال قائم کر کے ان کے مطابق حکم بھی نافذ فرمایا۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی علم ہیئت کی غیر قطعی باتوں کو غیر قطعی کہا۔ ان سے قوی دلیل موجود ہونے کی صورت میں انہیں ناقابل اعتبار بتایا، لیکن جو باتیں قطعی ہیں، انہیں قطعی ہی مانا، اور ان کے خلاف ہونے کو محال عادی اور سنت الہیہ کی تبدیلی قرار دیا۔ انہوں نے ”البدور الاجلۃ فی امور الاہلۃ“ میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ ۲۹ تاریخ کو رویت ہلال کے قواعد سے متعلق ہے۔ ۲۷ / ۲۸ تاریخ کے سیرنیرین اور رویت ہلال سے متعلق نہیں۔

بعض لوگ جو دلیل کے ذریعہ اپنا موقف ثابت کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ یوں بولتے ہیں۔

(۱) علم مناظر و مرایا اور علم ہیئت وحی الہی ہے؟ یا کسی نبی و رسول کا فرمان۔

(۲) کیا علم ہیئت قطعی ہے؟

(۳) بدور الاجلۃ اور جد الممتار کی عبارتوں کا تعارض کیسے دفع ہوگا؟

(۱) اس سوال کا اسلوب بتا رہا ہے کہ سائل کے نزدیک وحی الہی اور نبی و رسول کے فرمان کے علاوہ کوئی چیز قطعی نہیں؟ اور

اقوال سے وضاحت کی جا چکی۔ اور یہ بتایا گیا کہ ”بدور الاجلہ“ میں امام کے اقوال کا تعلق باب اول سے ہے۔ اور ۲۹/ کی روایت ہلال کے قواعد سے متعلق ہے۔ جسے خود علماء ہیئت نے بھی رد فرمادیا ہے۔

(۳) جد الممتار جلد دوم اور رفع العلة کی تحقیقات میں کوئی تعارض نہیں۔ اس طرح ان دونوں کتابوں کے مندرجات مکمل مطابقت رکھتے ہیں۔ ان میں تعارض نہیں کہ توفیق و تطبیق نکالنے کی ضرورت پڑے۔ اگر حضور والا کے نزدیک تعارض ہے تو اس کا دفعیہ بھی آپ ہی کے ذمہ ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کی منقولات و تصریحات خواجہ علم و فن اور ان کے مؤیدین کے دعویٰ کی دلیل ہیں۔ جیسا کہ بار بار عرض کیا جا چکا۔ اور یہ بھی ثابت کیا جا چکا کہ ۲۸/۲۷ تاریخوں میں چاند کی رویت کا وقوع یا امکان قطعاً غلط و باطل۔ جسے علماء ہیئت و شریعت نے دونوں کو رد فرمادیا۔

آخری گزارش :-

ہم نے جو دلائل پیش کئے ہیں یہ سب بطور تبرع ہیں۔ ورنہ ہمارا اصل مطالبہ یہی ہے کہ پہلے اس کا ثبوت فراہم کریں کہ یہ فتویٰ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا ہے۔ اور اس پر پاکستان میں وہ قضیہ پیش آیا۔ جب ان دونوں باتوں کا برائے نام بھی کوئی ثبوت نہیں تو اس کی بے جا حمایت اہل علم کا کام نہیں۔ ایک غلط بات کسی مجہول شخص نے وضع کی پھر فن سے ناواقف کچھ افراد نے اسے بے تحقیق نقل کر دیا۔ تو حق سے آگاہی کے بعد مزید نقل و اشاعت سے باز رہنا ہی علمی دیانت کا تقاضا ہے۔ نہ یہ کہ خواہ مخواہ مزید عجائب و غرائب کا اضافہ کر کے اپنی حیثیت زیادہ سے زیادہ مجروح۔ ساقط الاعتبار اور مضحکہ خیز بنائی جائے۔ اس میں نہ کوئی فضیلت و بزرگی ہے۔ نہ دیانت و امانت، نہ دانشمندی اور سمجھ داری۔ و العاقل تکفیه الاشارة۔

وما علینا الا البلاغ

تسلیم کئے جانے کے لائق صرف مذکورہ دونوں چیزیں ہیں۔ اس سلسلہ میں چند باتیں معروض خدمت ہیں۔

اولاً :- فقیہ کے دلائل چار ہیں۔ آپ نے مقام بیان و استفسار میں صرف دو کا ذکر کیا۔ کیا اجماع امت اور قیاس مجتہد آپ کے نزدیک تسلیم کئے جانے کے قابل نہیں؟

ثانیاً :- پوری دنیا جانتی ہے کہ دو اور دو کا مجموعہ چار ہوتا ہے۔ اس کا انکار کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے۔ لیکن کیا آپ اپنی زبان میں یہ استفسار فرمائیں گے؟ کہ دو اور دو کا مجموعہ چار بتانا وحی الہی ہے۔؟ یا کسی نبی و رسول کا فرمان؟

ثالثاً :- بالفرض وہ قواعد و ضوابط جو ۲۷/۲۸ تاریخ میں ہلال کی رویت کے محال ہونے سے متعلق ہیں۔ اگر وہ ظنی ہیں تو آپ سے سیکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ مفروضہ فتویٰ (۲۸/۲۷) کو چاند نظر آسکتا ہے (اور پاکستانی واقعہ کیا قطعی اور منصوص من اللہ ہیں؟ آپ کو بھی معلوم ہو گا کہ اصول میں مصرح ہے ”الفقہ من باب الظنون“ یعنی مسائل اجتہاد یہ ائمہ مجتہدین کے مظنونات سے ہیں۔ مجتہد کا اجتہاد مظنون ہوتے ہوئے بھی قابل عمل ہوتا ہے۔ قابل عمل اور لائق تسلیم ہونے کے لئے صرف وحی الہی اور فرمان رسول کو ضروری سمجھنا فقہ کے اکثر مسائل کو ردی کی ٹوکری میں ڈالنے کے مرادف ہے۔

رابعاً :- زیر بحث مسئلہ میں علماء ہیئت نے جو قاعدہ بیان کیا ہے اسے تمام حکماء اسلام اور خود مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ قطعی قرار دیتے ہیں بلکہ مجدد اعظم یہاں تک فرماتے ہیں۔ ”۲۸/ کو رویت ہلال عادتاً محال ہے۔ اس سے سنت الہیہ میں تبدیلی لازم آئے گی“ تو کیا آپ کی زبان میں ان حضرات سے بھی یہ استفسار کیا جاسکتا ہے کہ ”آپ حضرات کی یہ بات وحی الہی ہے یا کسی نبی و رسول کا فرمان؟“

(۲) ہم اوپر ثابت کر آئے کہ علم ہیئت کے بہت سارے مسائل قطعی ہیں۔ جس میں ۲۷/۲۸ کو چاند کی رویت کے محال ہونے کا مسئلہ بھی ہے۔ خود امام احمد رضا قدس سرہ کے